سلسلۂ انجمن ترقیٔ اردو

نمبر ۱۰۴

جگ بیتی

ایک نئے طرز کی مثنوی جو اردو کے منظوم افسانے کی تاریخ میں

نیا عہد قائم کرتی ہے

مصنفہ

پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی

لطیفی پریس دہلی

مقالاتِ حالی

حصّہ دوم

اس میں مولانا حالی کی تمام تقریریں اور مشہور نامور کتابوں پر تبصرے اور تقریظیں ہیں اردو ادب کی بے مثل کتاب ہے۔ کاغذ اور چھپائی اعلیٰ درجے کی ہے قیمت مجلد دو روپے غیر مجلد ایک روپیہ آٹھ آنے۔

فاؤسٹ

جرمنی کے الہامی شاعر گوئٹے کے ڈرامے "فاؤسٹ" کا دنیائے ادب و تخیل کا وہ کارنامہ ہے جو ایک صدی سے تمام عالم میں مشہور اور دنیا کی ہر زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے، مبسوط محققانہ مقدمے کے ساتھ اُسے ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب۔ ایم۔ اے، پی۔ ایچ، ڈی، (برلن) نے ترجمہ کیا ہے۔ قیمت مجلد چار روپے، غیر مجلد تین روپے آٹھ آنے۔

سوؔدا

یہ کتاب نہایت تحقیق اور کاوش سے لکھی گئی ہے۔ سوؔدا کے متعلق اِس سے بہتر اور کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ کاغذ اعلیٰ۔ طباعت دیدہ زیب۔ انجمن کے خوشنما اور خوبصورت ٹائپ میں رنگین باوڈر کے ساتھ خاص اہتمام سے چھاپی گئی ہے۔ صفحات ۲۹۷۔ تقطیع ۱۰ ½ × ۷ ½ قیمت غیر مجلّد ڈھائی روپے کلدار اور مجلّد تین روپے کلدار۔

سلسلۂ انجمن ترقی اردو

نمبر ۱۰۴

جگ بیتی

ایک نئے طرز کی مثنوی جو اردو کے منظوم افسانہ کی تاریخ میں

نیا عہد قائم کرتی ہے

مصنفہ

پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی

لطیفی پریس دہلی

تہدیہ

میر حسن مبرور اور پنڈت نسیم مغفور

کی

پیاری یاد میں

(لطیفی پریس دہلی)

فصلوں کے اوّل مصرع

جگ بیتی

ا

مشہور ہیں کم مثنویاں اپنی زباں میں
جو ہیں وہ ہم آہنگ ہیں موضوع و بیاں میں

پاؤگے تم اکثر میں کوئی طُرفہ کہانی
جو کچھ ہو۔ تخیّل کی ہی بس ریشہ دوانی

معیار ہی کوئی تو ہی انداز بیاں کا
ہی متّفق اِس امر میں ہر اہل زباں کا

وہ مثنوی اچھّی ہی کہ ہو جس میں روانی
جکڑے ہوں تسلسل میں سب الفاظ و معانی

قیدیں ہیں یہ معقول مسلّم انھیں جانو
اک بات ہی لیکن اسے مانو کہ نہ مانو

کیا اس کا ہی باعث۔ یہ کسی کو نہیں معلوم
کیوں مثنوی۔ افسانہ ہوئے لازم و ملزوم؟

ہنگامہ ہی اک سحر کا اور دیو و پری کا
گر سیرِ نہ ہو قاف کی قصّہ رہے پھیکا

رُوداد ہی وہ یا ہی طلسمات کا عالم
افسانہ کہ جادو کا۔ کرامات کا عالم

جن میں نہیں یہ بات وہ ہیں سخت حیاسوز
عصمت دری و فسق کی وہ ہیں سبق آموز

ان کے بھی ہیں موضوع حقیقت سی بہت دُور
یہ عیب وہ ہیں۔ جن سے ہیں کم جو نہیں معمور

اُثمان[١] سے بُعد اور ہو عادت کا نہ گر خرق
تو شان میں افسانہ نویسی کی پڑے فرق

اِنسان کے جیون کا نہ کچھ جس میں ہو حصّہ
رومان ہی تو کیا ہی۔ وہ کیا ہی جو ہی قصّہ

ہیں مذہب و ملّت سی بندھی جن کے مدارج
بحث اُن سے نہیں۔ وہ ہیں اِس اجمال سی خارج

نکتوں سے بہت فنّ و ادب کے تو بھری ہیں
سرچشمہ فصاحت کا ہیں۔ ایسی بھی کئی ہیں

---

[١] اُثمان - قیاس-

۳

تعریض سے مطلب نہیں مقصد ہی بس اتنا
کچھ حال و حقیقت سے بھی ہو ربط سخن کا

جو بات ہی وہ دُور کی اور غیر حقیقی
وہم اور گماں کی تو نہیں شاعری لونڈی

حال آئے نہ آئے۔ کبھی تم حال میں آؤ
جو دیکھتے ہو آنکھ سے شاعر کی دکھاؤ

عزّت جو مری دِل میں ہی اور شان سلف کی
اثبات میں اس کے ہی یہ عنوان ہی کافی

جب اور زمانہ تھا۔ مذاق اور سخن کا
اب اور زمانہ ہی۔ نیا رنگ ہی فن کا

واللہ کبھی زعم یہاں تھا نہ ابھی ہی
یعنی جو لکھوں ضعف و سقایم سے بری ہی

یہ مثنوی پرواز میں ہی اپنی نرالی
ہو لاکھ صنایع سے بدایع سے یہ خالی

ہی واقعیّت اس میں۔ حقیقت کا بیاں ہی
انساں کی شرافت کا ضلالت کا بیاں ہی

انسان کے ہی نفس کی کردار نگاری
ہی اپنے تمدّن کی بھی کچھ آئینہ داری

مستعمل و متروک کا شک شبہ اگر ہو
تو چاہیئے تحقیق پہ راقم کی نظر[1] ہو

ہر قافیہ کے باب میں کہنی یہی اک بات
وہ قاعدہ کیا جس کا تخالف میں ہو اثبات

ہر فصل کی ہی بحر الگ۔ اس سے ہی مقصود
بے لطفی یک آہنگی کی ہو نظم سے مفقود

جو اس کو پڑھیں ان کی نہ اکتائے طبیعت
قایم رہے ہر طرح روانی و سلاست

کسرہ بھی اضافت ملیگا نہیں اِس میں
ہو گا وہ کہاوت میں جو ہو گا کہیں اس میں

بِدعت کہ بَداعت اسے جی چاہے سو کہدیں
خالی کریں ذہن اور اسے اکبار تو پڑھ لیں

احباب اگر چاہیں تو کہدیں اسے جدّت
کیفؔی کو تو منظور ہی اُردو کی ہو خدمت

۲

تھا اک مقام فضا جس کی دِل لبھاتی تھی
ادا سے جس کی پھبن جی میں بیٹھی جاتی تھی

سُہانی لغزشیں مستانہ آبشاروں کی
وہ والہانہ لٹک چال جوئیباروں کی

تھیں سبز وادیاں پیڑوں میں سر پہ اونچے پہاڑ
لدی پھندی ہوئی پھُولوں سے جھاڑیاں اور جھاڑ

---

[1] شاعر کی مصنفہ کتاب منشورات کی طرف اشارا ہی جس میں متروکات کے موضوع سے متعلق مفصل بحث اور تحقیق کی گئی ہی صفحہ ۱۲۴

وہ کہکشاں کی سی پانی کی سبزہ میں لہریں — کہ سبز پُل پہ تھیں سیماب کی چھٹی نہریں
زمین لال ہرے کھیت ان میں یوں پانی — کہ سُرخ سینے پہ پنّے کی آبداری تھی
سماں وہ شام کا دِل کش تھا اور سہانا تھا — وہ جھٹ پٹا تھا کہ فطرت کے رُخ کا بُرقا تھا
ازل کے حُسن کی ہر شے وہاں تھی آئینہ وار — ہر ایک ذرّہ تھا مَے سے حیات کی سرشار
تھا کوہسار کا دلچسپ یوں نشیب و فراز — کہ جیسے شیر و شکر ہو گئے ہوں ناز و نیاز
وہ راگ چشموں کے اور وہ ترانے نہروں کے — کہ پانی پانی تھے نغمے ہزار لہروں کے
سحر سے کم نہ سجاوٹ کا ساز و ساماں تھا — دلھن بہار تھی اور اس کا یہ شبستاں تھا
تھے نرم چہچہے چڑیوں کے وہ بسیرے کے — سُلا رہی تھیں وہ دُنیا کو لوریاں دیکے
چمکتا برف کا گھونگٹ تھا پھینک دینے کو — قمر تھا وادیوں کی اب بلائیں لینے کو
یہ جاتے جاتے انھیں کہہ گیا تھا گو خورشید — کہ آئیں دیکھیں یہ منظر کہ دید ہی نہ شنید
مگر ستارے ٹھٹکتے تھے ہچکچاتے تھے — لہک سے گُل کی وہ چھپ چھپ کے سہمے جاتے تھے
شفق سے رنگ نیا برگ و بر نے پایا تھا — دو آتشہ ہوئی فطرت کی جس سے مَے گویا
وہ جھٹ پٹا بھی انوکھا تھا کوہساروں کا — وہاں تھا ہونے کو اب رت جگا بہاروں کا
مقام ایسا ہی سندر سماں سہانا تھا — وہ خلد کا تھا کہ خلد اس کا خود نمونا تھا
رواں تھی چشمہ سے شفّاف اک رُپہلی چھال — وہ اس کے پیچ و خم اور اس کی وہ ٹھمک کی چال
تھیں دلفریب نرالی ادائیں پانی کی — اُڑائے پھرتی تھی اس کو ہوا جوانی کی
نظر فروزیاں جلوہ فروشیاں تھیں ابھی — کہ پل میں سبز نقاب اپنے رُخ پہ پھیلا دی
نسیم چلتی تو رُک رُک کے دھیمی دھیمی سی — شمیم دیتی تھی لپٹیں تو بھینی بھینی سی
وہ حُسن پاشی کا عالم تھا کوہساروں پر — نثار ہوتے تھے خود جلوے اِن نظاروں پر
نظر فریب ہی کیا دلپذیر تھا منظر — وہاں سے اُٹھ کے ارم پر کبھی پڑے نہ نظر
تھا وقت شام کا پر صبح کی سی رونق تھی — جگہ وہ قید سے وقت اور فصل کی تھی بری

تھی ایک کھوہ کے منہہ پر کُٹی سی ایک وہاں
کُٹی کے پاس ہی بغیا تھی ایک چھوٹی سی
تھی مرگ چھال وہاں۔ ایک تونبا اور چمٹا
کُٹی میں ایک تھا جوگی جلال کی تصویر
بھبوت میں سے جمال اس طرح جھلکتا تھا
کھچے تنے ہوئے انداز اور تیور تھے
جواں تھا۔ اور گٹھیلا کسا تھا اس کا بدن
سوا لنگوٹ کے تن پر تھی بس رمائی بھبوت
پڑے تھے سامنے دھونی کے ایک ڈھیر میں پھل
جو التفات اُسے فطرت سے کہتے ہو کہدو
وہ کون تھا کہاں اس کا تھا مولد و منشا؟
کہیں وہ جاتا نہ پاس اس کے کوئی آتا تھا
مگر برس میں بس اک بار اس کی آمد تھی
تھا راجہ معتقد اس کا۔ تھے اس لئے احکام
تھی یوں تو اس کی تلہٹی میں خاصی اک بستی
علاوہ راجہ کے آتا تھا آدمی اور ایک
تھی کلٹج اس کی وہیں پاس اک پہاڑی پر
تھا اپنے رنگ میں اس کا بھی ذی بدل مسلک
وہ شخص عمر میں جوگی کے کچھ برابر تھا
روگی جوگی یہ۔ وہ پختہ مغز دنیا دار

بشر کے رہنے کا تھا تو یہی تھا ایک نشاں
پھلوں کے پیڑ تھے اور اس میں تھی بناس پتی
یہ فرنیچر۔ یہی سامان اس کُٹی میں تھا
وہ اپنے دل کا شہنشاہ تھا کہو نہ فقیر
کہ سورج ابر کے پردے تلے چمکتا تھا
وداع ہو کے وہ بیٹھا تھا کُل زمانے سے
عیاں تھا بشرے سے اُس کی غضب کا تیکھا پن
یونہی وہ برف میں پالے میں رہتا ماں کا پوت
گڑا تھا ایک طرف کو بڑا سا اک ترسُول
اک آلہ حفظ و اماں کا سمجھ لو تم اس کو
یہ باتیں ایسی تھیں جن کا ہر اک کو علم نہ تھا
جو آتا کوئی تو وہ اس جگہ کا راجا تھا
اور اس کی وجہ تھی پُوجا بیاس[1] پُونو کی
کہ اس پہاڑ پہ جائے نہ کوئی خاص نہ عام
ممانعت تھی مگر اس کے پاس جانے کی
جو عزم والا تھا صالح تھا اور بہت ہی نیک
کبھی کبھی وہاں آ کر ٹھہرتا ہفتہ بھر
تھا اس کا دین وطنیت تو نام بھی سیوک
وجیہہ اور خلیق اور بڑا دھنتر تھا
وہ مال و زر سے غنی اس کو مال و زر سے عار

[1] سال میں یہ دن گرو یا مرشد کی پوجا کے لئے مختص ہے۔

گٹی میں اس کے لئے تھی نہ روک ٹوک ذرا
ہمارے گوشہ نشیں کا وہ ہم جماعت تھا

تھے بچپنے سے خلوص اُن میں اور ہمدردی
یہی تھی وجہ کہ باہم یگانگی تھی بڑی

۳

ہی اک شام کا ذکر وہ پارسا
تفرّج میں کچھ دُور کٹیا سے تھا

یکایک اُٹھی اک طرف جو نظر
تو دیکھا کہ آتا ہی کوئی ادھر

پڑا اس کی تیوری پہ بے طرح بل
کہ ناخواند مہمان تھا بے محل

قریب آنے پر ہوگیا یہ عیاں
کہ وہ ایک عورت ہی خوش قد جواں

پھٹے کپڑے مٹّی میں لپٹی ہوئی
بدن پر ہوا۔ ٹھنڈ سے کپکپی

چبھے کانٹے پیر اور کپڑوں میں تھے
قدم پڑتے تھے ڈگمگاتے ہوئے

جواں تھی مگر پیرزن سے بتر
جمال اس کا گہنا یا جیسے قمر

سقیم اس کی حالت وہ از بس ضعیف
تھکی ہاری گھبرائی تھی اور نحیف

قریب آئی جوگی کے جب وہ غریب
تو اُٹھی صدا اک نہایت مہیب

کہا بلکہ للکارا ہٹ جا پرے
خبردار آگے قدم گر بڑھے

تو پتھر سے بھیجا نکل جائیگا
مدد کو نہ کوئی یہاں آئیگا

فقیروں کی کُٹیا میں عورت کا کام!
سمجھ لے یہ اَبدھوت[1] کا ہی مقام

جو بھوکی ہی جا نیچے بستی میں مانگ
ابھی بھاگ جا ورنہ توڑونگا ٹانگ

لڑھکتی ہوئی کھڈ میں گر جائیگی
سزا اپنے کرتوت کی پائیگی

وہیں تھم گئی وہ بچاری۔ مگر
یہ کی عرض اشک آنکھ سے پونچھ کر

زمانے کے ہاتھوں ستائی ہوں میں
نہیں مانگنے کھانے آئی ہوں میں

سنو گر مرا حال اے مہرشی
تو بدلیں نگاہیں ابھی قہر کی

---

[1] جوگی۔ سنّیاسی۔ تارک الدنیا۔

میں ابلا تھی جب کر دیا میرا بیاہ — اسی نے مری زندگی کی تباہ
نہ اُترا تھا ہاتھوں سے مہندی کا رنگ — کہ وہ چلدیا جس سے باندھا تھا سنگ
یہ بچپن میں سب کچھ ہوا جو ہوا — ہوئی جب میں سیانی تو مجھ پر کھلا
کہ میرا کوئی والی وارث نہیں — ٹھکانا نبختی کا کیا ہو کہیں
رہی ماں نہ باقی رہا باپ ہی — کہوں کیا جو مجھ پر مصیبت پڑی
جو سسرال کے پاس کے تھے عزیز — میں اک کھیل کی اُن کو ہاتھ آئی چیز
نگاہیں لگیں مجھ پر اُٹھنے بُری — غرض اک مصیبت میں تھی جاں مری
جدھر جاؤں دُر دُر کی آواز تھی — تھیں نظریں وگرنہ بھری پاپ کی
زمانے میں سوامی ہی اتنی بدی — کہ بیکس کی تخریب کو ہیں سبھی
نہ بچنے کی جب پائی کوئی بھی راہ — تو ناچار لی میں نے جنگل کی راہ
بھٹکتی ہوئی گرتی پڑتی ہوئی — چلی جا رہی تھی جو دیکھی کُٹی
پناہ آپ دیدیں اگر رات بھر — چلی جاؤں گی ہوتے ہی مَیں سحر
دیا سُن کے جوگی نے اس کو جواب — ترا حال بے شک بہت ہی خراب
گرُو کے یہ تاکیدی الفاظ تھے — نہ عورت کا سایہ کُٹی پر پڑے
کروں حکم سے اُن کے کیونکر عدول — کروں کیونکہ درخواست تیری قبول
یہ مانا زمانے کی ٹھکرائی ہے — چلی جا تو جس راہ سے آئی ہے
تُرت لوٹ جا جھٹ پٹا ہے ابھی — دُھندلکے میں تکلیف ہو گی بڑی
میں کڑھتا ہوں سُن کر یہ تیری بپتا — گرو کے بچن سے گلا ہے بندھا
پناہ اب کٹی میں جو دیدوں تجھے — اکل[۵۲] آگ میں زندہ جلنا پڑے

---

۵۲ یہ لفظ مصنف کے اختراعات میں سے ہے- گزرا ہوا کل- انیوالا اکل- اسی طرح پرسوں- اپرسوں- وغیرہ یہ اس لئے کہ ماضی اور مستقبل میں التباس کا امکان نہ رہے-

تپسیا ابھی میری پوری نہیں
گرو سے ہی ایسا ہی میرا اقرار
جو منظور ہی میرا اپنا بھلا
نہ کھنڈت تو میری ریاضت میں کر
رہا ہاتھ اس کی طرف جوڑ کر

نہیں تو جھجک مجھ کو اس کی نہیں
بچن میرا ہوگا تجھے ناگوار
مرے حال پر رحم کر اور جا
جدھر سے تو آئی چلی جا اُدھر
چلی وہ بچاری بھی منہ موڑ کر

۴

وہ کوہ سے آخر اُتری جُوں تُوں
کانٹوں سے بھرے ہوئے کپڑے تھے
پیروں میں سکت نہ دم بدن میں
آئی جو نظر قریب بستی
دلکش بستی کا تھا سوانا
چلتے چلتے یہ اس نے سوچا
بستی ہی اجاڑ میرے نزدیک
نیک آدمی کم بُرے بہت ہیں
اچھّا نہیں یوں سوال کرنا
بستی میں گئی تو فایدہ کیا؟
یہ سوچ کے تھم گئی وہ مضطر
دِل نے تو اُدھر یہ گُر بتایا
جو ہونا ہی ہو رہے گا سوچی
یوں کوفت سے پایا کچھ افاقہ
القصّہ یہ اس کی کیفیت تھی

دِل خون تو پانو بھی تھے گلگوں
کپڑے تھے کہ ہو رہے تھے چھیتڑے
تھی لاش سی گو نہ تھی کفن میں
کاٹوں وہیں رات دل میں سوچی
گرتی پڑتی ہوئی روانہ
پوچھونگی پتا میں کس سے کس کا؟
مانگونگی تو کیونکہ مانگونگی بھیک
کس طرح تمیز کر سکوں میں
جی سے نہ پڑے کہیں گزرنا
مانگے گا سرائے والا پیسا
زخمی سا تبسم آیا لب پر
پیروں سے اِدھر جواب پایا
ایک مینڈ پہ وہ گری کہ بیٹھی
تھا گو اُسے تین دن کا فاقہ
مُندنے کو تھی آنکھ دم میں اس کی

اک شخص اتنے میں آتے دیکھا
اُس شخص نے آنکھ بھر کے دیکھا
ہمدردی میں لہجے کو ڈبو کر
بھالو کا ہے یہ مقام رمنا
خطرے کا ہے یہ مقام بی بی
وہ بولی کہ جان کا نہیں ڈر
ہے موت کا انتظار مجھ کو
اس نے کہا یہ خیال کیا ہے
بی بی جو ہیں آپ بے ٹھکانہ
موجود وہاں ہے میری خواہر
خدمت وہ کریگی جی سے جان سے
سوچی کچھ دیر تو وہ مضطر
اس نے دیا ہاتھ کا سہارا
گھر جاکے اسے بہن کو سونپا
بہنا یہ ہیں میہمان تمھاری
خواہر نے بہت ہی کی مدارات
کپڑے پہنائے صاف سُتھرے
کھانے سے فراغت اُس نے پائی
بولی شربت ہے یہ مزیدار
وہ پی کے جو سو گئی بچاری
پہلے تو ہوئے اشارے خاموش

وہ پاس سے گزرا۔ جا کے لَوٹا
اس کو گہری نظر سے دیکھا
بولا خطرہ ہے اس جگہ پر
اچّھا نہیں اس جگہ پہ تھمنا
کیا آپ ہیں منتظر کسی کی؟
ہے حد سے سوا یہ زیست دُوبھر
دُنیا ہے تنگ و تار مجھ کو
جاں دینا جان کر بُرا ہے
حاضر ہے مرا غریب خانہ
ہے دم سے اسی کے وہ کھلا گھر
وہ خوش ہوتی ہے میہماں سے
آخر اٹھی اک آہ بھر کر
ساتھ اس کے وہ اپنے گھر سدھارا
اور آپ یہ کہہ کے باہر آیا
تکلیف انھیں نہ ہو ذرا بھی
دُھلوائے پانو اور منہہ ہاتھ
کھانا کھلوایا پیٹ بھر کے
ہمشیر پیالہ ایک لائی
کھوئے درد اور تھکن کا آزار
بھائی کو بہن بُلا کے لائی
جب سمجھے کہ ہوگئی ہے بیہوش

ان میں ہوئیں جلد جلد باتیں
باتیں کہ شکاریوں کی گھاتیں
تھا اُن میں "ہزار اثار" کا ذکر
یوں جیسے ہو کاروبار کا ذکر
ان لفظوں کے معنی آگے چل کر
ہو جائیں گے شرح آپ تم پر
بھائی نے ٹیکسی نکالی
اس میں وہ زندہ لاش لادی
ڈیوڑھی کے در میں قفل دیکر
وہ چلدئے دونوں اس کو لیکر
چُپکے رستے میں دونوں ٹھگ تھے
منزل پہ وہ اگلے روز پہنچے

۵

اک مکاں تھا سجا ہوا اچھّا
پُرتکلّف تھا اس میں اک کمرا
تھا کرم چند سیٹھ کا وہ مکان
جس کی دہلی میں تھی بہت کچھ شان
ساز و سامان بھی تھا اس میں خوب
تھی جو شے وہ سہانی اور مرغوب
اک مسہری تھی کمرے کے اندر
سوئی تھی ایک مہ جبیں اس پر
یہ وہی بدنصیب لڑکی تھی
پرسوں کُٹیا سے جو نراس پھری
کنیّا وہ ہوئی تھی جب پیدا
جانکی اس کا نام رکھّا تھا
جوگی اس کو پناہ دیدیتا
تو نہ ہوتا یہ طرز قصّہ کا
مرد و زن وہ جو میزبان ہوئے
جانکی شب کو گھر رہی جن کے
ایک ہی تھے چھٹے ہوئے دونوں
جُرم پیشہ تھے اور بُرے دونوں
مرد یوں تو چلاتا تھا موٹر
ظاہرا تھی کرایہ پر ہی گزر
تھا مگر اصل میں وہ بردہ فروش
ٹیکسی تو تھی اس کی پردہ پوش
عورتوں کو وہ پھانس لاتے تھے
ہاتھ لوگوں کے بیچدیتے تھے
بھولی بھٹکی کو لاکے پھندے میں
چیرتے تھے بڑی بڑی رقمیں
تھی جو شربت میں بیہوشی کی دوا
اس نے بیہوش جانکی کو کیا

لائے پھر اُس کو پاس گاہک کے — اک ہزار اس کے مول کے ٹھہرے
دیدیا تھا غشی کا اس کو اتار — ایک گھنٹہ میں وہ ہوئی ہشیار
چلدیے لے کے جو مقرر تھا — اب وہ لڑکی تھی اور یہ گھر تھا
جب کھُلی آنکھ دیکھتی کیا ہی — ایک بوڑھا سا پاس بیٹھا ہی
پہلے تو کچھ اسے نہ سُدھ آئی — کہ ہی تقدیر اسے کہاں لائی
حافظہ رفتہ رفتہ جاگ اُٹھا — اور اس کو معًا یہ دھیان آیا
جب وہ شربت اسے پلایا تھا — بسترے پر اسے لٹایا تھا
ابھی باقی تھے اس کے کچھ اوسان — آنکھ تھی بند- پر کھلے تھے کان
بہن اور اس میں جو اسے لایا — تذکرہ کچھ "ہزار- اُتار" کا تھا
اب وہ سمجھی غشی کا تھا وہ اُتار — اس کی بکری کے دام تھے وہ ہزار
سمجھی بوڑھا ہی مشتری اس کا — آجکل میں وہ حق جتائے گا
گرچہ بے بس تھی اور بہت مجبُور — پر تھی عصمت فروشی اس سے دُور
یہ بھی ہوتا ہی جب ہو ابتر حال — ہوش و اوسان ہوتے ہیں جو بحال
اس پر آئیں جو آفتیں بیحد — دے گئیں اس کی ذہنیت کو مدد
سوچی سمجھی بُری پھنسی اب کے — کام نرمی ہی سے چلے تو چلے
مسکرا کر کیا یہ اس سے کلام — آئیے میرے پاس اے خوش نام
اب جو میں آگئی ہوں آپ کے گھر — رنج بے سُود ہی گزشتہ پر
جو انھوں نے کہا وہ کیوں پوچھوں — سُنیے میں ایک ہندو بیوہ ہوں
واسطے میرے کیا دیا کہیئے — بول اُٹھا وہ اک ہزار دیے
بولی پھر- کیجیے قصور معاف — چاہیئے ہم کو بات کرنی صاف
مجھ کو رکھنا ہی گھر میں کیا منظور — بے تکلف بتائیں مجھ کو حضور

سُن کے یہ اُس کی کھل گئیں باچھیں
چہرہ گرمایا اور جھکیں آنکھیں

بولا کہتا ہوں تجھ سے دل کی بات
عمر بھر کا ہو میرا تیرا ساتھ

بولی اس واسطے ہیں دو شرطیں
میں کروں عرض غور سے جو سنیں

اک تو یہ گھر کی قیمتی چیزیں
بینک میں آج ہی دھروڑ کریں

برتن اور فرش - کپڑے معمولی
گھر میں ساماں رہے تو بس یہ ہی

نقد زیور وغیرہ سب لے جائیں
اور امانت جہاں بنے رکھ آئیں

پھر یہ ہے بات غور سے سُنیے
شُبھ لگن پُوچھ کر برہمن سے

شاستر میں لکھی ہے جو ریتی
اس طرح سے رچائیے شادی

پاپ سے آپ بھی بچیں میں بھی
بند بھی ہو زبان لوگوں کی

پھر کہیں تو یہی کہیں گے لوگ
دیکھو دن رات کا ہے کیا سنجوگ

اس سے لاج آنے کیوں لگی تھی ہمیں
کہیے منظور ہیں یہ دو شرطیں

سیٹھ بولا کہ دونوں ہیں منظور
لیکن اک بات پوچھنی ہے ضرور

کروں سامان سے جو خالی گھر
اس کا مطلب سمجھ سے ہے باہر

بولی وہ مسکرا کے اے مشفق
آپ ذی تجربہ ہیں اور لایق

ہول کی عورتیں جو آتی ہیں
گُل بہت بعد میں کھلاتی ہیں

نہیں سننے میں آئی کیا یہ خبر
لے گئی وہ فلانی گھر ڈھو کر

مرد بے سوچے سمجھے بول اُٹھا
ایک بار ایسا ہو چکا دھوکا

بولی تب ہی تو شرط ہے میری
رہے باقی نہ کچھ جگہ شک کی

جب تک آئے لگن کی نیک گھڑی
مجھ کو مہمان سمجھیں آپ اپنی

پہلی شادی کے ہوں گے کچھ بچے
ان کی سیوا کروں گی میں دل سے

وہ پرچ جائیں گے بہت جلدی
نہ کریں آپ فکر کچھ اس کی

سُن کے یہ گفتگو کھلا. بوڑھا / بندہ بے دام ہو گیا. بوڑھا
بولا بشّاش ہو کے اور مگن / آپ پر ہی نثار تن - من - دھن
جو کہا آپ نے وہ سب منظور / عرض میری بھی سُن لیں ایک حضور
گھر کا روزانہ خرچ آپ چلائیں / لیجے یہ نوٹ -جب یہ سب تھڑ جائیں
حکم دیجے کہ اور لا دوں گا / پر حساب اس کا میں نہ دیکھونگا
تم پہ قربان میرا جی اور جان / مالکن تم ہو اور میں مہمان
ہاتھ پھیلایا اس نے یہ کہہ کے / لے لیا اس نے ہاتھ میں اپنے
پھر کہا مسکرا کے شرما کے / سیٹھ آپ کتنے ہیں اچھّے

۶

لڑکا تھا ایک سیٹھ کا نام اس کا تھا رتن / تھا وہ ذہین-شوخ - شریر- اور پُرفتن
وہ نو برس کی عمر میں اتنا سیانا تھا / بوڑھے جواں ہر ایک کے تھا کان کاٹتا
وہ جانکی سے ہو گیا مانوس اس قدر / جیسے وہ ماں سگی تھی اور اس کا تھا وہ پسر
جو کہتی کام اس سے وہ کرتا تھا دوڑ کے / اخبار لا کے دیتا تھا اس کو دکان سے
دھمکایا ایک دن جو شرارت پہ باپ نے / وہ جانکی کے پاس گیا روتے چیختے
دی اس نے لے کے گود میں جب پیار کی تھپک / تو اُس کے رنج وغصّہ کی دھیمی ہوئی بھڑک
کرنے لگا برائیاں وہ اس سے باپ کی / بولا کہ وہ فریبی ہیں- جھوٹے ہیں- لالچی
اُن کی بدلنے لگتی ہی- بی بی- نگاہ جلد / بامن سے کل یہ کہتے تھے نکلے بیاہ جلد
دو ماہ سے ورے نہیں- اس نے دیا جواب / جھنجلائے - بگڑے - رہ گئی پر کھا کے پیچ و تاب
ماں دوسری جو اور یہاں گھر میں آئیگی / تم سے لڑیگی- نت نئے جھگڑے اٹھائیگی
اس نے کہا کہ گھر کے بڑوں کی بُرائیاں / چھوٹوں کے واسطے نہیں اچھی ہیں میری جاں
مستقبل اپنا گو اسے بھولا نہ تھا کبھی / اب اس کو اس کی آٹھ پہر فکر پڑ گئی

برتاؤ سیٹھ جی کا کچھ اب ایسا ہو گیا
بچپن کی جیسے تھی وہ پرانی بیاہتا

رس بس گئی تھی سیٹھ کے گھر میں وہ اس طرح
ماں- ماسی- بہنیں- بیویاں ہوتی ہیں جس طرح

بچوں کو لے کے شام کو باہر بھی جاتی وہ
سودا سلف بھی لینے کو ڈیوڑھی پر آتی وہ

مندر میں پوجن- آرتی کے وقت صبح و شام
تنہا بھی اس کے جانے میں ہوتی نہ رُک تھام

اخبار میں یہ اس نے پڑھا اک دن اشتہار
اک آشرم میں چاہیئے ایک دیوی ہوشیار

ہو کام ذمہ داری کا منظور ہو جسے
وہ آشرم میں آکے مینیجر سے خود ملے

نکلی اکیلی جانکی اور آشرم گئی
اور مہتمم سے نوکری کی گفتگو ہوئی

پوچھا جو اس نے اس کا دیا واقعی جواب
سچ بات کہنے میں نہ کیا اُس نے کچھ حجاب

جب نوٹ کر چکا وہ جو سنتا گیا تھا حال
تو جانکی سے اس نے یہ سیدھا کیا سوال

بی بی- یہ سمجھو ہو گیا پختہ یہ انتظام
لیکن وہاں سے آنے کا کیا ہوگا اہتمام

یہ ہو کہ آشرم کی نہ شہرت پہ حرف آئے
مرجائے سانپ اور نہ لاٹھی بھی ٹوٹ جائے

بولی یہ جانکی کہ یہ مشکل نہیں ہے کام
ممکن نہیں کہ آئے کہیں آشرم کا نام

میں آج کی طرح سے ٹہلتی ہوئی یونہیں
آجاؤنگی- وہاں مرا سامان کچھ نہیں

لکھوا سکے نہ تھانہ میں وہ- مال لے گئی
تدبیر اس کی پہلے ہی سے میری من میں تھی

اٹھوا دیا ہے گھر سے سب اسباب- مال و زر
تصدیق جس کی بینک سے ہو جائے سر بسر

لکھ دونگی غل مچاؤ گے تو کھول دونگی حال
پھر بولیں سیٹھ جی نہیں ان کی ذرا مجال

القصہ پختہ ہو گیا سارا معاملہ
اور جانکی کے حق میں اسامی کا فیصلہ

تھا مینیجر شریف اسی کا تھا آشرم
یہ عام کے مفاد کو کھولا تھا آشرم

تھا وہ امیر- دل میں بھرا تھا وطن کا درد
خدمت میں وہ سماج کی انتھک تھا اور فرد

آجائے شام کو وہ اکل طے یہ پا گیا
جب وہ چلی گئی تو مینیجر نے یہ کیا

جس بینک میں کہا گیا- ہے مال سیٹھ کا
تھا افسر اس کا دوست- اسے فون کر دیا

تھا وہ شریف اور مینیجر کا دوست بھی — اس نے یہ سرسری سی اسے اطلاع دی

ہیں بینک میں ضرور کئی بکس سیٹھ کے — جو حال ہی میں آئے امانت کے واسطے

ہیں مالیت میں لاکھ نہیں۔ تو کئی ہزار — تفصیل ان کی بینک سے دونگا جو ہو بکار

تصدیق جانکی کے جو اس قول کی ہوئی — حاجت نہ اور باتوں کی پھر جانچ کی رہی

۷

ہوئی جب صبح تو وہ نیک فرجام — اٹھی بچوں کا معمولی کیا کام

گئے جب سیٹھ جی دفتر کو اپنے — گئے جب مدرسے کھاپی کے بچّے

حساب اس نے نکالا خرچ کا سب — مکمّل فرد اک کرلی مرتب

جو تھی زاید رقم وہ بھی نکالی — لفافہ میں رقم اور فرد ڈالی

لکھا پھر سیٹھ کے نام ایک مکتوب — خلاصہ اس جگہ اس کا ہے مطلوب

"خریدی بیوی بن کر مجھ کو رہنا — ہے ایسا قید کا دکھ جیسے سہنا

رقم گھر خرچ کی جو فالتو تھی — وہ رکھدی ہے اسی کے ساتھ ساری

جہاں لے جائے رام اب جارہی ہوں — عنایت کی تمھاری ہوں میں ممنوں

اگر مانو تو مجھ کو ڈھونڈنا مت — نہیں تو مول لوگے سخت آفت

نہ ہرگز چل سکے چوری کا الزام — تمھارے بینک کا معلوم ہے نام

تمھارے ہاتھ مجھ کو جس نے بیچا — ہے معلوم اس کا بھی کل کچّا چٹھّا

کسی انسان کا ہے بیچنا جرم — خریداری بھی ہے اس کی بڑا جرم

یہی اچھّا ہے۔ بیٹھو ہوکے خاموش — نہ دو مجھ کو۔ جو دو قسمت کو دو دوش

لیا میں نے نہیں تنکا بھی گھر کا — سوا اس کے بدن پر ہے جو کپڑا

مری مانو تو دھن شادی کی چھوڑو — اور ان باتوں سے منہ یکلخت موڑو

کوئی دن میں جوان ہوں گے رتن جی — بڑی دھوموں سے کرنا اس کی شادی

مجھے مت یاد کرنا بھول جانا
کہ کچھ اچھا نہیں جی کا کڑھانا

کیا اس نے نہ اس خط کو ابھی بند
پھر اپنے ساتھ کی چیزیں جو تھیں چند

یہ سب کچھ لے کے اور لنگر میں آکر
وہاں کھانے کی بابت کچھ بتا کر

یہ کر کے جانکی اس گھر سے چلدی
لی اس نے راہ سیدھی آشرم کی

وہاں مینیجر اس کا منتظر تھا
دکھایا اُس نے اِس کو ایک کمرا

ملازم - لڑکیاں سب کو بلا کر
کہا یہ ہیں نئی تم سب کی افسر

انھیں اپنا نگہباں جاننا تم
جو حکم ان کا ہو اس کو ماننا تم

خبر ہر روز میں لیتا رہوں گا
ضروری مشورہ دیتا رہوں گا

ہوئے جب جانکی اور وہ اکیلے
کہا یہ مینیجر سے جانکی نے

یہ خط ہی بھیجنا ای بندہ پرور
لفافہ میں ہی اک خط اور کچھ زر

یہ خط ہی مہرباں اس سیٹھ کے نام
ضروری ہی - پہنچ جائے اسی شام

جو گھر کے خرچ کی باقی رقم تھی
حساب اور وہ رقم بھی اس میں رکھ دی

لفافہ کو کھلا رکھا ہی میں نے
کیا جائے روانہ اس کو پڑھ کے

جو یہ لیجائے پہچانا نہ جائے
پتا وہ تا کہ میرا پا نہ جائے

یہ ہے تکلیف لیکن میں ہوں مجبور
مجھے اِس کے لئے رکھئیگا معذور

لفافہ لے لیا وہ مینیجر نے
کہا پھر مشفقانہ جانکی سے

سمجھتا ہوں ستم سوسائٹی کے
بہت تم نے سہے اور دکھ اٹھائے

بدی دنیا کے لوگوں میں بڑی ہی
خباثت دل میں ہر اک کے بھری ہی

نہ تم بس نام ہی کی جانکی ہو
چلن میں بھی تو تم سیتا ستی ہو

پتا کی طرح مجھ کو ماننا تم
نہ افسر اور آقا جاننا تم

٨

سنبھالا آشرم کو جانکی نے　　بہت محنت کے تھے وہ دس مہینے
وہاں کی زندگی بے مثل کر دی　　نہ چھوڑا اس نے کوئی نقص باقی
وہاں ہر کام ہوتا ضابطہ سے　　طریقے بندھ گئے سب آشرم کے
خبر لیتی محبت سے وہ سب کی　　سمجھتی ماں اسے ہر ایک لڑکی
وہ پڑھنے دستکاری میں تھیں مشّاق　　تھے بے عیب ان کے طور اور نیک اخلاق
تھی صحت اچھی سب تھیں چست و چالاک　　خیال اور فعل بھی تھے لوث سے پاک
ہوئی کئیوں کی اچھے گھر میں شادی　　تھی کثرت بیاہ کی درخواستوں کی
ہے اب اس بات کا اظہار کرنا　　کہ تھی اس آشرم کی نوعیت کیا؟
جو لاوارث ہو۔ کنواری ہو۔ کہ بیوہ　　یہ اُن بیچاریوں کے حق میں گھر تھا
انھیں کے واسطے یہ آشرم تھا　　مصارف جس کے مینیجر اُٹھاتا
جو سننا چاہتے ہو نام اس کا　　ہے **خدمت رائے** اسم بامسمے
سخاوت جوشزن تھی اس کے دل میں　　محبّت تھی وطن کی آب و گل میں
سخی تھا وہ خلیق اور نیک نیّت　　اسے خدمت میں ملتی تھی مسرّت
دکانیں۔ کوٹھیاں بھی تھیں بہت سی　　کئی دہات کی بھی ملکیت تھی
کبھی تھا شغل ساہوکارہ اس کا　　پر اب بیوپار چاندی سونے کا تھا
نہ تھی اولاد لیکن گھر میں اس کے　　جو ہوتے تھے نہیں جیتے تھے بچّے
بُڑھاپا تھا ابھی گو اس سے کچھ دُور　　مگر اولاد سے آنکھیں تھیں بے نُور
کیا بیوی نے جب از حد تقاضا　　تو گود اس نے لیا تھا ایک لڑکا
رکھا تھا نام **نعمت رائے** اس کا　　جواں خاصا وہ لڑکا ہو گیا تھا
مگر افسوس فرزند اور پدر میں　　تھی نسبت جو ہو کنکر اور گہر میں

نکالا جب گیا وہ مدرسے سے
کئی اُستاد گھر میں اس پہ رکھے

مگر کیا خاک پڑھتا وہ بد اطوار
تھے بچپن سے عیاں ذلّت کے آثار

جواب سر پر چڑھی اس کے جوانی
تھی موٹر بائک اور آوارہ گردی

بہت تھا باپ گرچہ اس سے بیزار
مگر بیوی سے تھا وہ سخت ناچار

نہ سننا چاہتا لڑکے کا وہ ذکر
مگر تھی ماں کو اس کے بیاہ کی فکر

غرض تھا عام فیض اس آشرم سے
افادت کے تھے گھر گھر اس کی چرچے

یہاں آئی تھیں جب سے جانکی جی
فضا ہی آشرم کی اور کچھ تھی

وہ تمثیلی ادارہ بن گیا اب
تھی شہرت اس کی اور مدّاح تھے سب

اسے بھی آشرم کی زندگی سے
نہیں تھے فایدے تھوڑے جو پہنچے

نہ صرف اس کی بڑھی علمی لیاقت
بڑھی خوب انتظامی قابلیت

دماغ اور ذہن نے پائی ترقّی
سمجھ دُنیا کے کاموں کی بڑھی تھی

فرایض نرس کے کچھ جانتی تھی
اب اس میں اور بھی کر لی ترقّی

جو تھا ہر ایک سے کام اس کو پڑتا
بہت کچھ تجربہ حاصل ہوا تھا

وہ قلّاش اور مفلس اب نہیں تھی
رکھی تھی بینک میں تنخواہ ساری

جو پائی زندگی کام اور سُکھ کی
مچل کر چھا گئی اس پر جوانی

مگر دل اور عمل سے وہ وہی تھی
جو تھی گودی میں اپنے باپ ماں کی

ریاضت ضبط کی تھا کام اس کا
تھی سُتونتی - تھا جیسا نام اس کا

شباب اور حُسن کی دولت کو اس نے
دبا رکھّا دھرم کی سِل کے نیچے

جو دل نیکی کی نعمت سے تھا معمور
ہوا حال اس کا اب نوراً علیٰ نور

بڑی تھی منتظم وہ اور خود دار
تھی خوش خلقی ملنساری کا اوتار

بہت تھا رعب اس کا آشرم میں
اسی کا حکم چلتا آشرم میں

۹

اب ہی مذکور ایک دن کا واقعہ
گھر میں خدمت کے ہوا یہ حادثہ

اس کی بیوی گر پڑی چوٹ آئی سخت
تھی بہت ہی مذہبن وہ نیک بخت

گوری کالی نرسیں جو لائی گئیں
چھوت کی لہر میں وہ سب واپس ہوئیں

جب نہ سیدھا بیٹھا منصوبہ کوئی
التجا تب جانکی سے یہ ہوئی

تم مریضہ کا جو آکر چارج لو
تو یقیں ہے اس کو صحت جلد ہو

آشرم سے اس لئے نا حاضری
اس کی گھنٹوں کی کئی دن تک رہی

ایک دن جو آشرم آنا ہوا
جانکی کو آتے ہی پرچہ ملا

شب کو نعمت آشرم میں آئے تھی
ساتھ شیلا کو وہ سینما لے گئے

یہ رپورٹ ایسی تھی جس سے جانکی
تلملائی اور بہت غصے ہوئی

جب کیا تحقیق سچ پائی رپوٹ
کارکن لوگوں کا کچھ پایا نہ کھوٹ

الغرض ثابت یہ امر اس کو ہوا
زور سے شیلا کو نعمت لے گیا

آشرم والوں نے تو روکا بہت
لیکن اس لڑکے کی الٹی تھی جو مت

روک تھام اُس نے نہ مانی ایک بھی
لڑکی بھی چپ چاپ ساتھ اس کے گئی

جیسے اِن دونوں میں اک سازش سی تھی
اس کی جب تصدیق پوری ہو گئی

جانکی سوچی ہو خدمت کو خبر
تو نہ گھر کی ہو کہیں حالت بتر

پہلے ہی نعمت سے ہے ناراض باپ
اب جو سُن پائے کیا ہے ایسا پاپ

اور بھی لڑکے پر آفت آئے گی
اس پہ کیا ماں پر مصیبت آئے گی

سخت گڑبڑ ہو گی ماں ہو گی نڈھال
باپ کا ہوگا بُرا غصہ سے حال

اس لئے اس تک نہ پہنچائی خبر
لیکن اچھا وقت و موقع دیکھ کر

ایک دن خدمت سے کر کے مشورہ
اس نے شیلا کو تو رخصت کر دیا

آشرم ایسا ہی تھا اور اک کہیں
کر دیا داخل اسے جا کر وہیں

چھوٹے بھائی کی طرح **نعمت** کو بھی
ایک دن نرمی سے سمجھاتی رہی

اس کی طینت بد تھی بد اطوار تھے
اس سے گھر کے لوگ سب بیزار تھے

جو کہا چپ چاپ وہ سنتا رہا
دل میں لیکن کینہ اس کے رہ گیا

ثمرہ فہمایش کا اس پر کھو گیا
دل میں دشمن جانکی کا ہو گیا

ملنے والے بھی تھے اس کے سب شریر
لچّوں شہدوں کا تھا ہمدم وہ حقیر

جانکی نے اِس طرف تو یہ کیا
اور اُدھر **خدمت** کو یہ مشورہ دیا

وہ بنا دے ضابطہ کا اک ٹرسٹ
جو کرے سب آشرم کا بندوبست

وقف کر دے اک رقم اس کے لئے
خاندانی شئے نہ وہ جس سے رہے

ہی جو پبلک کی افادت کا یہ کام
تو ٹرسٹی ہی کریں سب انتظام

بورڈ کا ہو صدر **خدمت رائے** ہی
کام میں لیکن ہو شرکت بورڈ کی

آشرم جس سے سدا قایم رہے
نام **خدمت رائے** کا دایم رہے

ہر طرح معقول یہ تجویز تھی
جانکی کی بات دل میں کھب گئی

دوست جو قانون داں خدمت کے تھے
ان سے اس بارے میں ہو کر مشورے

بورڈ قائم ہو یہ بالکل ٹھن گیا
وقف نامہ کا بھی خاکہ بن گیا

گرچہ **نعمت** کی نہ شرکت اس میں تھی
کچھ اُدھوری سی خبر اس کو ملی

وہ یہ سمجھا۔ تھا جو نیّت میں فساد
وقف ہونے کو ہی ساری جائداد

وہ یہ سمجھا عقل میں جو تھا فتور
جانکی اس کی محرّک ہی ضرور

کشمکش میں بغض کی وہ کھو گیا
جانکی کا جانی دشمن ہو گیا

یار غار اور تھے مشیر اس کے یہی
بدمعاش اور شہر کے غنڈے کئی

جانکی سے بدلہ لینے کے لئے
ان سے ہر دم مشورے ہونے لگے

۱۰

زمانہ ہی یہ کس قدر فتنہ آرا | بھلوں کا یہاں ہو تو کیوں کر گزارا
بھلائی کرو جس سے تم دوست ہو کر | وہی پیچھے پڑ جائے بس ہاتھ دھو کر
جو بے لاگ ہو اور بے واسطہ ہو | حسد کے نہ حملے سے وہ بھی بچا ہو
تلے چین پانی کے ہی اور نہ اُوپر | نہ کر تو بھی اللہ کے قہر سے ڈر
جو قہر اور جبر اک صفت ہی خدا کی | شکایت ہو کیوں ظلم کی اور جفا کی
بُرائی کبھی تم نے جس سے نہ کی ہو | کرو یاد۔ اسی سے اذیّت ملی ہو
یہ کیسا الٹ پھیر ہی یا الٰہی ! | یہ اندھیر کیسا ہی۔ کیسی تباہی !
بھلے تو سہیں آفتیں آفتوں پر | بجاتے ہیں بغلیں بُرے کِھل کِھلا کر
مصائب سے ہرگز نہ پائے مفر تُو | جو کر تو بھی ڈر تُو۔ نہ کر تو بھی ڈر تُو
مہذّب جنھیں آج کہتی ہی دُنیا | اُن اقوام ہی نے یہ آئیں نکالا
جو منظور ہی امن ہو اس جہاں میں | نہ جانے کوئی جنگ کو اس جہاں میں
تو تم جنگی طاقت کو اپنی بڑھاؤ | جہاں تک بنے توپیں گیسیں بناؤ
ہوا پر۔ سمندر میں۔ اور اس زمیں پر | کرو قتل و غارت کے سامان یکسر
جو تیار ہو جاؤ اس طرح سب تم | تو ہو جائیگی جنگ ہی دہر سے گم
مدبّر یہ مغرب کے کہتے ہیں ہم سے | جہانگیر ہو اَمن۔ توپ اور بم سے
یہ مغرب کی قوموں کا جو فلسفہ ہی | اسی پر عمل ہر ریاکار کا ہی
کسی نے بدی تم سے کی یا نہ کی ہو | بدی تم کرو اس سے ہو سکتی ہو جو
غرض یہ کہ تم سے ڈریں لوگ سارے | کرو دانو پہلے تو ہیں وارے نیارے
اصول اس طرح کے نہ تھی جانکی کے | وہ کرتی تھی نیکی ہی بدلے بدی کے
کی نعمت کی تقصیر کی پردہ پوشی | اسے مادرانہ نصیحت بھی کر دی

مگر کیا خبر تھی کہ ہونے کو کیا ہے
کوئی گھات میں اس کی بیٹھا ہوا ہے

ہوا خوری معمولی ہر شام ہوتی
ہے ذکر ایک دن کا ٹہلنے کو نکلی

سڑک شہر سے تھی جو کچھ فاصلہ پر
ٹہلنے وہیں جانکی جاتی اکثر

گھنے پیڑ تھے دونوں جانب سڑک کے
وہ لوٹ آنے کو تھی کہ اک اوٹ میں سے

نکل آئے چار آدمی اور جھپٹے
کیا حملہ۔ باندھا اسے رسیوں سے

رہی جانکی پہلے حیران و ششدر
یہ کیا ناگہانی بلا آئی سر پر!

بہت کشمکش کی جو بے فائدہ تھی
وہ مسٹنڈے چار اور یہ بس اکیلی

مدد کے لئے وہ نہ تھی چیخ سکتی
کہ منہہ میں کوئی چیز ٹھونسی گئی تھی

وہ سمجھی بدی پر یہ ظالم تلے ہیں
شقاوت کے آنکھوں پہ پردے پڑے ہیں

نہ کی التجا اور نہ وہ روئی پیٹی
تھی مجبور۔ وہ لے چلے ساتھ جلدی

کھڑی تھی ذرا آگے اک بند گاڑی
اسی میں چڑھائی گئی وہ بچاری

کیا تھا گرفتار اس کو جنھوں نے
وہ مردود و ملعون بھی ساتھ بیٹھے

چلی گاڑی آگے کو تو اک شقی نے
کلام اس طرح کا کیا جانکی سے

ہمیں آپ چور اور ڈاکو نہ سمجھیں
شریف آدمی ہیں ملازم پولس میں

ہوا آپ سے جرم کوئی بڑا ہے
حراست میں اس واسطے لیا ہے

کھلیگا مفصل تو تھانہ میں جا کر
بتائے گا الزام کا حال افسر

کئی میل چل کر جو منزل پہ پہنچی
زیادہ کچھ آدھی سے تھی رات گزری

اتارا اُسے۔ مشکیں۔ منہہ بند کھولا
حوالات کی کوٹھری میں دھکیلا

نہ روٹی کو پوچھا نہ پانی کو پوچھا
وہ اک بت کہ بھوسی کی بوری تھی گویا

حوالات تھی وہ کہ تھی موت کا گھر
منوں کوڑا کرکٹ۔ کباڑ اس کے اندر

چھچھوندر کا گھونسوں کا چوہوں کا رمنا
وہ دوڑیں وہ دھوں دھس کہ مشکل تھا تھمنا

نہ آساں تھا اس سین میں بیٹھنا بھی　　بچاری نے اُٹھ بیٹھ میں رات کاٹی

۱۱

اگلے دن صبح ہی سویرے　　آیا ایک آدمی کہ چلیے
پیشی ہی داروغہ جی کے آگے　　وہ آدمی ہیں کچھ ایسے ویسے
بچ کر ذرا اُن سے رہنا ہی خوب　　غالب ہیں وہ اور آپ مغلوب
ماتھا یہ سُن کے اس کا ٹھنکا　　گہری نظروں سے اس کو دیکھا
چپ چاپ چلی وہ ساتھ اس کے　　چلنے میں تھے پانو لڑکھڑاتے
کمرے میں گئی تو اس نے دیکھا　　کُرسی پہ ہے ایک شخص بیٹھا
منشی سا بھی ایک ہے دری پر　　کاغذ لئے اور کچھ رجسٹر
منشی سے کہا داروغہ جی نے　　تم جاؤ بیان ہم لکھیں گے
پھر حکم ہوا یہ اُس نفر کو　　دروازے کے سامنے کھڑا ہو
پھر رُخ کیا جانکی کی جانب　　اور اس سے ہوا وہ یوں مخاطب
ہے نام تمھارا جانکی کیا؟　　کرتی ہو نظام اک آشرم کا؟
یہ ٹھیک ہے. بولی وہ بچاری　　وہ. بولا رپٹ ہے ایک گزری
تم بیاہی نہیں ہو۔ پر حمل تھا　　ضایع کیا اس کو اور پھینکا
کھوج اس کا لیا جبھی پولس نے　　اس وقت ہے پاس ڈاکٹر کے
انسانی حمل اگر وہ نکلا　　چالان ضلع میں جا کے ہوگا
یہ سنتے ہی چہرہ تمتمایا　　غیرت کا سخت جوش آیا
نتھنے غیظ اور غضب سے پھڑکے　　شعلے سے تن بدن میں بھڑکے
پھر سوچی کہ اس سے خاک ہوگا　　مجبور کا غصّہ کیا؟ بھڑک کیا؟
نکلے گا نہ کچھ دلیل سے کام　　نرمی سے چلے اگر چلے کام

بولی یہ رپٹ غلط ملی ہے
مالک جو ہیں آشرم کے اُن سے
لکھیں آپ اُن کو میری نسبت
بولا وہ ابھی انھیں لکھونگا
نیکی مشہور ہے تمھاری
سُن کر یہ کلام اس کے منھہ سے
پوشیدہ اشارے کو وہ سمجھی
بے ضابطہ گر نہ ہو تو پُوچھوں
قاتل کو ہیں ہتکڑی لگاتے
ماخُوذ کے منھہ کو بند کرنا
داروغہ نے کہا کہ بی بی
شور اور غوغا نہ ہونے پائے
گر فیصلہ ہو یہ ڈاکٹر کا
بدنامی تمھاری مفت ہوتی
دو کہتے کہ جھوٹ تھی وہ تہمت
بس اس لئے احتیاط برتی
اب تک ہم کو نہیں یہ معلوم
ایسا ہی بڑا ہمارا ہے کام
وارنٹ کا ذکر جو کیا ہے
تمکیں سے یہ سُن سمجھ کے بولی
جب ہو گئی ختم اس کی پیشی

اس کی بنیاد دشمنی ہے
میرا کوئی جاکے حال پوچھے
فوراً دیدیں گے وہ ضمانت
میں خود حیراں ہوں یہ ہوا کیا؟
لیکن نیچر سے سب ہیں عاری
وہ رہ گئی خون کا گھونٹ پی کے
جذبات کو ضبط کرکے بولی
پکڑا اس طرح پر مجھے کیوں ؟
وارنٹ اسے پہلے ہیں دکھاتے
آخر یہ ہے ضابطہ کہاں کا؟
یہ خاص ہدایت اس لئے تھی
وارنٹ نہ آشرم میں جائے
انساں کا حمل نہیں یہ اصلا
شہرت۔عزّت سبھی تو کھوتی
دس کہتے ہیں پولس کو دی ہے رشوت
عزّت نہ خراب ہو تمھاری
یہ جُرم کیا ہے یا ہو معصوم
جس سے پوچھو۔ پولس ہے بدنام
یہ لیجئے سامنے دھرا ہے
حد کچھ نہیں ان عنایتوں کی
تو ساتھ ہوا وہی سپاہی

بند اس کو کر کے کوٹھری میں   آنکھیں دوڑائیں دہنے بائیں
یہ کان میں جانکی کے. بولا   داروغہ سے ہوشیار رہنا
یہ آدمی بدچلن. بہت ہی   اس میں مکر اور فن بہت ہی
یہ کہہ کے وہاں سے چلدیا وہ   پھر چند منٹ میں آگیا وہ
.بولا یہ ملا ہی حکم مجھ کو   خالی ابھی اس جگہ کو کردو
یہ حکم ہی گھر میں تم رہو گی   آمد ہی اور ملزموں کی
جب دی یہ خبر اس آدمی نے   دیکھا اسے خوب جانکی نے
وہ سمجھا- سمجھ کے چپکے .بولا   اس میں نہیں کچھ زیادہ خطرہ
عورت جو ہی گھر میں وہ ہی ڈاین   بھولے سے بھی اس سی ہو نہ ان بن
لونڈا نوکر ہی ایک گھر میں   کام آئیگا وہ بہت خطر میں
کی عرض جو پہلے اور اب کی   مت بھولنا اس کو نیک بی بی
سیٹی اک دے کے جانکی کو   بولا کام آئے گی یہ رکھ لو
ممنون نظر سے جانکی نے   دیکھا اسے- ساتھ چلدی اس کے

۱۲

گھر میں جس وقت آئی بیچاری   پہلے ہر سمت اک نظر ڈالی
گھر کی بی بی کو کر کے تسلیمات   پانو چھونے کو جب بڑھایا ہاتھ
اس نے ہیں- ہیں! کیا تکلّف سے   جانکی نے قدم پکڑ ہی لئے
دیکھا لونڈے کو غور سے بھانپا   اس نے بھی اس کو کچھ اشارہ کیا
جانکی کو بتایا اک کمرا   لونڈا سامان کچھ اٹھا لایا
اس نے کچھ کھایا- سو رہی کھا کر   جب اٹھی دن رہا تھا نصف پہر
دیکھا وہ بی بی سر پہ بیٹھی ہی   پاس چھوٹی سی ایک گٹھڑی ہی

پیٹھ پر جانکی کی پھیرا ہاتھ
پیار کے لہجے میں یہ پھر کی بات

کپڑے میلے بہت تمہارے ہیں
اس لئے یہ نئے نکالے ہیں

یہ پہن لو نہا کے میری جان
لونڈا کر دے گا غسل کا ساماں

غسل سے پائی جسم نے تفریح
اور لباس اس کی رہنے دو تصریح

وہ تکلّف کا اور بھڑک کا تھا
چار و ناچار اسے پہننا تھا

جانکی باہر آ کے بیٹھی تھی
کہ چلے آئے وہ داروغہ جی

دیکھ کر جانکی کو یوں بولے
یہاں تکلیف تو نہیں کہیئے

بولی تکلیف کا نہ لیجے نام
ماتا جی نے دیا ہی سب آرام

گھر کی بی بی سے بولا وہ مڑ کر
شام کو آج آئیں گے افسر

بعد کھانے کے دیکھ کر دفتر
چلے جائیں گے آگے پچھلے پہر

انتظام ان کے کھانے پینے کا
آپ لوگوں کو کچھ نہیں کرنا

اس کا سب بندوبست ہی باہر
چین سے سوئیں آپ کھا پی کر

شب کو کھا پی کے سو گئے اندر
جاگتے تھے مگر ابھی باہر

جانکی کو دیا تھا جو کمرا
اک دری اس میں ایک تھی کھٹیا

اس نے جب دیکھا سو گئی بڑھیا
اور غایب ہی گھر سے وہ لونڈا

بند دروازہ کر کے کمرے کا
اُس نے سونے کا اہتمام کیا

سوئی ہو گی وہ کوئی ایک پہر
کھٹ پٹ اس نے بہت سنی باہر

کچھ پکڑ اور دھکڑ بھی ہوتی تھی
بات تھانوں میں تھی یہ معمولی

موٹروں کی ہوئی بہت گھر گھر
ایک سنّاٹا پھر ہوا باہر

تھی نہ کھٹ پٹ نہ دوں دبک کی صدا
تھا اندھیرے میں ایک سنّاٹا

سوچی تو سُوجھی بات یہ اس کو
گھر میں کیا ہو رہا ہی دیکھوں تو

کھولی زنجیر اس نے اندر کی — پر نہ دروازے نے اجازت دی
معًا آیا یہی خیال اسے — بند اس کو کیا ہے باہر سے
بھڑکے در سے بجائی وہ سیٹی — وہ فقط گھر کے صحن میں گونجی
کوئی آواز اسے نہ جب آئی — پھر تو وہ سہمی اور گھبرائی
کان اس کے کھڑے ہوئے اب تو — غور سے جانچا اس نے کمرے کو
دیکھا ہی چھت سے نیچے روشندان — اب تو سمجھی رہائی ہے آسان
چھت نہ تھی اونچی اس کے کمری کی — چار پائی کی بن گئی سیڑھی
رہ گیا ڈیڑھ فٹ پہ روشندان — چھٹ پٹ اس نی یہ پھر کیا سامان
چار پائی کی کھول کر ادوان — باندھنا سیروے سے تھا آسان
روشنی دان میں خلا ہی تھی — تھیں نہ سلاخیں اور نہ کھڑکی تھی
اوپر آئی جو چڑھ کے کھٹیا پر — روشنی دان سے نکالا سَر
دیکھا ہُو کا ہے باہر ایک سماں — آدمی کا نہیں ہے کوئی نشاں
سِرا رسّی کا پھینک کر باہر — اتر آئی زمین کے اوپر
لمحہ بھر اس نے انتظار کیا — اِس طرف دیکھا اُس طرف بھانپا
جب دکھائی دیا نہ کوئی بھی — منہہ اٹھا جس طرف کو بھاگ پڑی
بھاگتے بھاگتے جو تھک جاتی — ایک دم کو ٹھہرتی سُستاتی
بھاگ پڑتی وہ پھر اندھیرے میں — تھی نہ تمیز ٹیلے کھڈّے میں
بھاگتے دوڑتے گیا دم ٹوٹ — ٹانگیں سُن ہوگئیں گیا جی چھوٹ
پھر نہ چلنے کی تاب اُس میں رہی — دم چڑھا اور پانو تھے زخمی
کھا کے ٹھوکر گری وہ پتھر پر — ہوئی زخمی وہ اس سے ٹکرا کر
سر سے دھاریں تھیں خون کی جاری — چوٹ آئی اسے بہت بھاری

اس نے دیکھا کہ اب ہی ختم یہ کام / ہو گیا کام حوصلہ کا تمام
چھائی تاریکی آنکھوں میں آکر / آگیا غش گری وہ تیورا کر
آئی اتنے میں ایک کار وہاں / لے گئے اس میں اس کو چند جواں

۱۳

دوسرے دن ہوش جب آیا اسے / دیکھا اک کمرا ہے پردے ہیں پڑے
کھڑکیاں دروازے سب کے سب ہیں بند / کرسیاں دو ایک تصویریں ہیں چند
اک تپائی ہے برابر میں رکھی / شیشیاں دو چار ہیں اس پر دھری
صاف ستھرا اس نے پایا بسترا / سوچتی تھی وہ کہ ہے کیا ماجرا
چاہتی تھی اُٹھ کے بیٹھے جانکی / لیکن اس میں اس قدر کب جان تھی
جب اٹھاتی سر تو بھنناتا تھا سر / جب ہلاتی پانو تو دُکھتی کمر
پٹیوں میں جسم تھا جکڑا ہوا / تھا بدن کا جوڑ جوڑ اکڑا ہوا
یاد آئی اب اُسے اس شب کی بات / ذہن میں تازہ ہوئی وہ واردات
واقعہ تھانہ کا سب یاد آگیا / اک تبسّم سا لبوں پر چھا گیا
یہ خیال آیا کہ آئی تھی غشی / عین اسی وقت ایک موٹر آئی تھی
منظر اُس کے آگے تھا تاریک و تار / ذہن پر چھایا ہوا تھا اک غبار
سوچی اب جو ہوگا دیکھا جائے گا / فکر ہے بیکار کیا ہاتھ آئے گا
تھی اسی ضغطے میں جو اُس ذہنی / در پر اک آواز دستک کی سی تھی
اوڑھنے کپڑوں کو اپنے دیکھ کے / بولی نرم آواز میں وہ "آیئے"
اندر آیا سن کے یہ اک نوجواں / چہرے سے ظاہر شرافت کے نشاں
نبض دیکھی ٹمپریچر بھی لیا / اک ملایم لہجے میں اس نے کہا
آپ نے تکلیف اُٹھائی ہے بہت / جلد آجائیگی اب واپس سکت

آپ حرکت سے مضرّت پائینگی — پٹیاں دو دن میں بدلی جائینگی
اک دوا کے بعد آئے گی غذا — لگ رہی ہوگی بہت ہی اشتہا
کہہ کے یہ اس نے پلادی اک دوا — اس سے تپ ہوگی نہ اب غش آئیگا
وہ مسیحا جانکی کے حق میں تھا — چارہ گر سے اُس مریضہ نے کہا
آپ کی زحمت یہ میرے واسطے — شکریہ کے ہی پرے الفاظ سے
مسکرا کر اس نے صرف اتنا کہا — اس کی ای دیوی ضرورت ہی ہی کیا؟

۱۴

رفتار تھی شفا کی حقیقی اگرچہ سُست — ہفتوں میں اُس مریضہ کی چوٹیں ہوئیں درست
ہوگی شفا تو جا کے ابھی اک مہینے میں — پہلے سنو کہ کیا ہوا خدمت کے بنگلے میں
خدمت کو جانکی سے محبت تھی اس قدر — دختر و پسر سے ہوتی ہی والد کو جس قدر
سَتونتی ہی وہ۔ اِس کا تو اُس کو یقین تھا — حیران تھا کہاں گئی کیا اس کو ہو گیا!
تھا تیسرا دن اور پریشان تھا بہت — نعمت بھی کل سی گم تھا یہ تھی تازہ کیفیت
بالا تھی شک سے ذہن میں خدمت کے جانکی — عصمت کی نیکیوں کی وہ تھی اُس کو مُورتی
شیلا کا جھگڑا اور رسما کا معاملہ — نعمت سے جانکی کا وہ فہمایشی گلہ
چیزوں میں جانکی کی جو تھی اس کی ڈائری — اس واقعہ کی اصلیت اب اس سے کھل گئی
پہلے شبہ بھی ہوتا تو اب ہو گیا یقیں — نعمت کے ساتھ وہ گئی۔ ممکن کبھی نہیں
وہ اس یقیں سے اور بھی الجھن میں پڑ گیا — لے کس سے اور کس سے نہ لے جا کے مشورہ
لڑکی کا نام نکلیگا یہ بھی خیال تھا — شہرت کا آشرم کی بھی دھیان اس کو تھا بڑا
کچھ کرتے دھرتے بن نہیں پڑتی تھی سوچ تھا — اتنے میں کوتوال کا آنا وہاں ہوا
آتے ہی یہ سوال کیا کوتوال نے — خدمت کا سوتا ذہن جگایا سوال نے
نعمت شریف گھر کا ہی اک نوجواں پسر — سنگین جرم ہیں کئی اس بدنصیب پر

کہتا ہے وہ کہ آپ ہیں اس ناسمجھ کے باپ
پونچھا پسینا ماتھے سے خدمت نے اور کہا
تفصیل واردات کی فرمائیں گر جناب
سُننے کہانی ساری کہا کوتوال نے
ڈاکوؤں سے وہ مقام جو بدنام ہو گیا
دو سال میں جو ڈاکوؤں کا گم ہوا نشان
جس شخص نے لیا وہ ہی بدکار ایک ہی
کل رات کو جو دَوڑ گئی تو کھلا یہ حال
بھٹّی شراب کی ملی پیپے شراب کے
ایسے کئی تھے بند۔ کئی تھے کھُلے ہوئے
اوزار جعلی سکّہ کے۔ سکّے بھی ہاتھ آئے
نعمت پہ یہ بھی جُرم ہے اُس نے ریوالور
ہتھیاروں سے بھی کر نہ سکے وہ مقابلہ
ماخوذ ملزموں میں ہے بیٹا یہ آپ کا
ایک آشرم ہے آپ نے کھولا ہوا یہاں؟
بولا بلائیں منتظمہ اس کی ہے کہاں؟
فرمائیے تو اس کا پتا کچھ چلا ہے کیا؟
اک لونڈا ایک آدمی بھیجے گئے وہاں
سُننیے۔ وہ سیر کے لئے جاتی تھی روز شام
تھے اس جگہ درخت گھنے جھاڑیاں بھی تھیں
چھپتے۔ اسے پکڑ لیا اور مشکیں باندھ کر

یہ سچ اگر ہے چاہیں تو بن جائیں ضامن آپ
سُنیئے! بیٹا میرا ہے بے شک وہ نا سزا
دُونگا سوال کا میں ضمانت کے پھر جواب
دس پندرہ میل پر ہے مقام ایک شہر سے
چوکی پولس کی ڈال دی آرام ہو گیا
وہ چوکی ٹُوٹی ہو گیا نیلام وہ مکان
پہنچی خبر کہ ہے وہاں بھٹّی شراب کی
مشغول تھے جُوے میں وہ چھ سات بد خصال
افیون اور کوکین کے بھی پارسل ملے
دو تین ان میں آپ کے لڑکے کے نام تھے
ہتھیار بھی کئی تھے جو ہم پر گئے اُٹھائے
فایر کیا پولیس پہ اور زخمی ایک نفر
آخر سبھوں کو ہم نے گرفتار کر لیا
ایک اور بات ہے جو ہم اس سے ہے سوا
خدمت نے چونک کر کہا۔ ہاں۔ کہیئے مہرباں
اس نے کہا کہ پرسوں سے گم اس کا ہے نشاں
افسر یہ بولا ملزموں پر شبہ جب ہوا
وہ تا کہ بھید لے کے ہمیں دیں خبر یہاں
تھا واپسی کا اس کی مقرر جو اک مقام
وہ لَوٹتی تھی جو کئی منجملہ ملزمین
اک بند گاڑی لائے تھے وہ اس میں لاد کر

وہ لے گئے وہاں کہ جہاں دوڑ کل گئی ۔۔۔ اک گندی کوٹھری میں شب اُس کی نکل گئی
ان بدمعاشوں میں سے بنا ایک تھانہ دار ۔۔۔ اور گویا ضابطہ کا ہوا پہلے کاروبار
اک شرمناک جرم کا طوفان باندھ کر ۔۔۔ رُعب اور دباؤ ڈالا بہت اس غریب پر
کل رات کو سلوک کا اس سے جو عزم تھا ۔۔۔ اس کے خیال سے بھی مرا دل ہی کانپتا
اندھا کنواں ہے اک وہیں کچّے مکان میں ۔۔۔ تجویز تھی کہ سب اسے بے آبرو کریں
پھر اس میں اس کو ڈال دیں جیتی ہو یا نہ ہو ۔۔۔ مٹی سے کوڑے ۔ ملبے سے بھر دیں چاہ کو
اس کی پکڑ ۔ وہ قید ۔ یہ برتاؤ آخری ۔۔۔ تجویز سب یہ آپ کے فرزند ہی کی تھی
باعث محرّک اس کا کیا جب بہت تلاش ۔۔۔ کہہ اٹھّا آ کے طیش میں آخر وہ بدمعاش
بنوایا اس بچاری نے اک کاغذ آپ سے ۔۔۔ جس سے نہ باقی کچھ رہی نعمت کو واسطے
محروم کر کے اِرث سے اس نابکار کو ۔۔۔ سب جائداد معتبروں کے سپرد ہو
مجمل ہے اس کا اوروں کا تفصیلی ہے بیاں ۔۔۔ تصدیق اس کی کرتی ہے مخبر کی داستاں
کانپ اٹھّا خدمت اس نے جو یہ کیفیت سنی ۔۔۔ اک آہ لب سے نکلی ۔ نہیں ضبط ہو سکی
بولا کہ پھر نہ کیجے ضمانت کی مجھ سے بات ۔۔۔ دھو بیٹھا میں ہمیشہ کو اس ناخلف سے ہاتھ
اس کے لئے وکیل اگر میں کھڑا کروں ۔۔۔ تو سمجھیئے کہ میں بھی شریک اس گنہ میں ہوں
پروا نہیں کہ کیا کہے کوئی نہ کیا کہے ۔۔۔ کرتا یہی وہ ہوتا اگر میرے صُلب سے
مستوجب اس کا ہے کہ سزا اس کو دیں دراز ۔۔۔ میرا نہ اس کی عمر کا کچھ بھی کریں لحاظ
وہ جانے اس کا کام ۔ کیا جیسا پائیگا ۔۔۔ اب میرا اس کا واسطہ کچھ بھی نہیں رہا
یہ سُن کے کوتوال نے اس کو دیا جواب ۔۔۔ یہ رائے آپ کی ہے بہت ٹھیک اے جناب
اب صبح کو توالی میں ملزم جب آ گئے ۔۔۔ فرصت جو پائی اپنے فرائض کے کام سے
مُخبر نے بات سب یہ مفصل مجھے بتائی ۔۔۔ تفصیل اُس بچاری کی تکلیف کی سنائی
اب جا رہا ہوں موقع پہ اس واردات کے ۔۔۔ آزاد تاکہ اس کو کروں قید و بند سے

چاہیں تو آپ بھی چلیں ساتھ اس مقام پہ — ہوگی تشفّی آپ کو دیکھیگی وہ اگر
اور اپنے آدمی بھی وہیں سیدھے جائینگے — تفتیش ہوگی اور کئی نقشے بنائینگے

۱۵

پولس والے پہنچے ہوئے تھے وہاں — گئے کوتوال اور خدمت جہاں
یہ پہنچے تو وہ مخبران سے ملا — مفصل بیاں حال اس نے کیا
دکھائی وہ رسّی لٹکتی ہوئی — وہ آنگن میں باہر سے کُنڈی لگی
سمجھ میں یہ بات آئی ہر شخص کی — پکڑ کر انھیں جب پولس لے گئی
کوئی دو پہر گزرے تھے رات کے — کھلی آنکھ بی بی کی تب خواب سے
وہاں پائی جب ہر طرف خامشی — تو آزاد ہونے کی کوشش ہوئی
چلی ملزموں کی جب اوّل ہی کار — تو مخبر اسی میں ہوا تھا سوار
کہا اس نے یہ شرمگیں آنکھ سے — کہ مجبور تھا حکم سے آپ کے
خجالت سی رُک رُک کے اس نے کہا — نہ جلدی میں کچھ دھیان اس کو رہا
بتاتا وگرنہ یہ حالت تمام — پر اس وقت ہلچل میں بگڑا یہ کام
مجھے رکھیے معذور غفلت ہوئی — وہ موقع ہی ایسا تھا عجلت ہوئی
ہوئی ہوگی خدمت کو اس سی جو یاس — بیان کیا کیا جائے کرلو قیاس
یہی اب تلاش اور تفتیش تھی — کہ یوں چھوٹ کر وہ کدھر کو گئی
کئی گھنٹے جنگل میں پھرتے رہے — کئی میل تک کھوج ملتے گئے
کہ اک پتھر ان کو دکھائی دیا — لہو کا تھا ایک اس پہ چھکا جما
قریب اس کے تھا کشمکش کا گماں — کئی پانو کے۔ بوٹ کے تھے نشاں
گئے اس جگہ پر وہ سارے ٹھہر — کہ پتھر کے نیچے کچھ آیا نظر
جو دیکھا تو پرس اور رومال تھا — اسی کا ہی خدمت نے فوراً کہا

وہ تھا لوٹ جانے کو سب کارواں — کہ کچھ دُور موٹر کے پائے نشاں
اسے دیکھ کر سب ہٹائے گئے — رہا خدمت اور چند افسر رہے
نشانوں کی ٹایر کے پرتال کی — پھر ان میں بہت کاناپھوسی ہوئی
نکالا گیا جیب سے کیمرا — وہیں ان نشانوں کا فوٹو لیا
جو لوٹائے تھے سب بلائے گئے — اسی کھوج پر وہ لگائے گئے
کہا۔ غور سے دیکھ لو یہ نشاں — یہ ہی دیکھنا جا رہے ہیں کہاں
جہاں تک ملیں یہ چلے جاؤ تم — ٹھہر کر بتانا جہاں ہوں یہ گم
روانہ ہوئے جب وہ اس کھوج پر — رہی ان میں خاموشی۔ پھر سوچ کر
یہ **خدمت** سے کہنے لگا کوتوال — اجازت ہو تو پوچھوں میں اک سوال
کہ بی بی کے آپ اک مددگار ہیں — کہاں تک خرچنے کو تیار ہیں؟
نہ سمجھیں کہ رشوت کا ہے یہ پیام — پولس والوں کا جس سے اچھلا ہے نام
تعجّب نہیں ہے جو کچھ دن گئے — یہ بے نام کا ایک نوٹس ملے
فُلانی جگہ رکھ دو اتنی رقم — تو بی بی کو آزاد کر دینگے ہم
پولس کو خبر کی تو پھر تم نہیں — دلاتے ہیں اس کا مکرّر یقیں"
یہ نوٹس جب آئے تو فوراً دکھائیں — رقم جتنی مانگی ہو پھر چھوڑ آئیں
کہا اس سے **خدمت** نے ای باتمیز — سوا مجھ کو بیٹی سے ہے وہ عزیز
ہدایت جو کی اس پہ ہو گا عمل — نہ آئیگا تعمیل میں کچھ خلل
مگر یہ تو فرمائیے مہرباں — پتا دیتے ٹایر کے ہیں کیا نشاں
جواب اس کا بس یہ ملا مختصر — کہ مرزا کے لڑکے کی ہو گی خبر
اسی قسم کا تو ہے یہ واقعہ — زیادہ نہ فرمائیں چون وچرا
کیا تھا اسی طرح واپس اسے — نہ مرزا نے ہم سے کہا خوف سے

پڑا کل جو ڈاکہ کرم چند پر نہ نوٹس کی جس کے ہمیں دی خبر
وہ ڈاکہ سے جب لوٹ کر آئے تھے تو بیہوش بی بی کو لیتے گئے
یہ ہیں کون لوگ؟ اس سے مطلب نہیں ہمارا ہی یہ کام - جانیں ہمیں
مگر اس کا رکھئے گا پورا یقیں کہ خطرے میں لڑکی کی عزّت نہیں

١٦

گزرے جب پورے دو مہینے صحت تب پائی جانکی نے
اب ہو گیا اس کا جسم ایسا جیسے کچھ بھی ہوا نہیں تھا
وہ لوگ بہت شریف نکلے گویا تھے بھائی یا بھتیجے
ہر چند تھی جانکی نظر بند تھی اُن میں وہ اک بہن کی مانند
اخلاق سلیقہ اور چلن میں لازم ہے مثال ان کی ہم دیں
عزّت کا تو ڈر اسے نہیں تھا آزادی کا مگر تھا رونا
بولی وہ ڈاکٹر سے اک دن ہیں آپ مرے شفیق و محسن
فرمایئے تو کہ میں کہاں ہوں؟ آخر کس واسطے یہاں ہوں؟
اس قید میں کیوں رکھی گئی ہوں؟ خود اپنی پہیلی بن رہی ہوں
ویسے جو سلوک آپ کا ہے ایسا ہے کہ بھائی باپ کا ہے
اک عقدہ ہے قید و بند مجھ کو حالت یہ نہیں پسند مجھ کو
آخر یہ ہے کیسی مہمانی؟ کس قسم کی ہے یہ زندگانی؟
کیونکر میں یقین کر لوں بھائی اس واسطے میری جاں بچائی
یہ سُن کے وہ مسکرا کے بولا شکوہ نہیں آپ کا یہ بیجا
ہیں بیخبر آپ پیاری خواہر خطرے سے نہیں ہیں آپ باہر
دشمن ابھی گھات میں لگے ہیں ایذا پہ وہ آپ کی تُلے ہیں

مٹ جائے جو دشمنوں کا آزار — پھر آپ سے ہم کو کیا سروکار
مختار ہیں جس طرف کو جائیں — آزاد ہیں پھر کریں جو چاہیں
سُن کر یہ جواب وہ خرد ور — سمجھی کہ ہی خامشی ہی بہتر
بولی تو یہی کہ تم ہو محسن — رہ سکتی نہیں مگر کہے بن
مجھ سے رکھّے گا کوئی کیا بیر؟ — اچھّا یونہی ہوگا جانے دو خیر
وہ کمرہ تھا چھت تھی اور وہ تھی — تھی ساری قدمرو اس کی یہ ہی
نیچے جانے کا حکم تھا بند — ان حالوں نہ ہوتی کیوں گلہ مند
افتاد نے کر دیا تھا جاسوس — ہوتا کان - آنکھ سے. جو محسوس
اس کو وہ خوب یاد رکھتی — جو دیکھتی جانچتی - پرکھتی
کھڑکی سے یہ ایک روز دیکھا — ان لوگوں نے کار کو نکالا
رنگ اس کا تھا زرد اور تازہ — لیکن اسے کر رہے تھے نیلا
دو دن ہی ہوئے تھے دیکھتی ہی — سُرخی اب اس پہ چڑھ رہی ہی
تھے گول کبھی تو اس کے کونے — تھے کمرکی اور کبھی نکیلے
یہ دیکھ کے وہ بس اتنا سمجھی — باڈی کی بھی شکل ہی بدلتی
ایسی کچھ باتیں دیکھ پائی — آگے تھی قیاس کی رسائی
ان میں سے جو پاس آتا جب تب — ہوتا وہ پڑھا لکھا مہذّب
حیران تھی وہ کہ کیا ہی اسرار — گرگٹ کیوں بن رہی ہی یہ کار
یہ لوگ ہیں کون؟ شغل کیا ہی؟ — اس گھر میں کچھ تو ہو رہا ہی
ہی کیا یہ مقام؟ تھا یہ عقدہ — دہلی کا ہی اس سے فاصلہ کیا؟
دل میں کہا میں تو ہوں زبوں صید — کس واسطے کر رکھا ہی پھر قید؟
زحمت کیوں دل دماغ کو دو — جو ہونا ہی - ہو رہیگا دیکھو

اب تک ہی جس نے لاج رکھی — اب بھی رکشا کریگا وہ ہی
اس طرح رہی وہ تن بہ تقدیر — کی اپنی طرف سے کچھ نہ تدبیر
اچھا ہوا جو یہ اس نے ٹھانی — کوشش میں شکست تھی اٹھانی
اس حال میں اسکو رہنے دیجے — اب اُس جانب کا حال سُنیئے
نعمت اور اس کے ساتھ جتنے — پکڑے اُس رات کو گئے تھے
مجرم ثابت ہوے وہ سارے — روتے ہوئے جیل کو سدھارے
نعمت کو ملے ملا کے پچّیس — چھ سال کسی۔کسی کو دس۔بیس
نعمت کو تو بھیجا کالے پانی — اوروں کی وہیں کی میزبانی
جس کا کیا کوتوال نے ذکر — خدمت کو تھی اس کی رات دن فکر
آہی گئی ایک دن وہ تحریر — خدمت کو یاد تھی وہ تدبیر
بتلائی تھی کوتوال نے جو — تھی حرف بہ حرف یاد اس کو
مطلوب تھا دو ہزار اس سے — رکھ آیا وہ نوٹ آپ جاکے
پھر اس نے نہ پیچھے مڑکے دیکھا — چپ چاپ چلا وہ گھر کو سیدھا

۱۷

رقم رکھ کے لوٹا وہ جب نیک مرد — روپیہ کا نہ تھا نام کو دل میں درد
خوشی تھی۔یہ خدمت کو۔امید تھی — کہ اب واپس آجائیگی جانکی
پولس نے دلائی تھی اتنی امید — یقیں تھا کہ اب آئے وہ دن سعید
مگن اور خوش خوش وہ گھر کو گیا — پولس نے ادھر جال پھیلا دیا
لفافہ رکھ آیا تھا خدمت جہاں — کئی خفیہ والے چھپے تھے وہاں
وہاں سے کئی میل ادھر اور اُدھر — تھے جاسوس پھیلے ہوئے سربسر
نہ جانے لفافہ کو لینے جو آئے — وہ لے کر اُسے کس طرف دوڑ جائے

اسی تاک میں تھے کہ ایک آدمی
ہوا وارد اور دیکھ بھال اس نے کی

تسلی جو ہر طرح وہ کر چکا
تو لے کر لفافے کو چمپت ہوا

اسے چاہتے تو وہ لیتے پکڑ
جتھے کا مگر کھیل جاتا بگڑ

اکیلی گرفتاری بے سود تھی
جتھے کی گرفتاری مقصود تھی

نکل آئے وہ لوگ اب گھات سے
تعاقب میں اس شخص کے چل پڑے

تعاقب بہت ایسا دشوار ہے
کہ اس میں یہ چالاکی درکار ہے

نظر سے تم اس کو نہ گم ہونے دو
خود اس کی نگاہوں سے بچتے رہو

بہت ڈالے موڑ اور بہت اس نے پھیر
تعاقب میں جو تھے ہوئے وہ نہ زیر

بہت دُور تک تو وہ سیدھا گیا
مگر پیچھے مڑ مڑ کے دیکھا کیا

کبھی سائکل پر پیادہ کبھی
مسافت کئی میل کی طے ہوئی

سڑک پختہ پھر سامنے آگئی
وہاں دیکھی تیار موٹر کھڑی

لیا سائیکل کو چڑھا کار پر
نہیں دیکھا پھر اس نے مڑ کر ادھر

ضرورت رہی پھر نہ اس جانچ کی
کہ پیچھے تو آتا نہیں ہے کوئی ؟

یہ ہے اتفاق اک نہایت عجیب
پولس کی بھی تھی کار اسی کے قریب

گیا بھانپ وہ کون یہ کہہ سکے ؟
غرض چھوڑ آئے یہ گھر تک اُسے

۱۸

اک رات غضب کی تھی اندھیری
دنیا بنی کان کوئلے کی

جانے کس ڈر سے چاند تارے
پیچھے بادل کے چھپ گئے تھے

سیدھی سی ہے یہ تو کہنے کی بات
آتا تھا نظر نہ ہاتھ کو ہاتھ

مشکیں زلفوں کی وہ سیاہی
شاعر پہ جو لاتی ہے تباہی

اس کو اس شب سے کیا ہی نسبت
منہ فق ہو جو دیکھے اس کی رنگت

ظلمات کی تھی چہیتی بیٹی — راون کی وہ آنکھ کی تھی پُتلی

سودا کا مزاج میں تھا یہ جوش — ماتم میں تھا یا جہاں سیہ پوش

یا پاپ کے دل کی کُل سیاہی — آ کر تھی آسماں پہ چھائی

یا سب خلقت کی بد سوادی — سمٹی دنیا کے رخ پہ پھیلی

یا چرخ پہ کُل سیہ دلوں کے — اعمال کے نامے کھُل رہے تھے

پھیلی تھی انھیں کی یہ سیاہی — تھی جس سے جہاں کو بے پناہی

شوجی کی بکھر گئیں جٹائیں — کل برکھ[1] نے چھوڑ دیں لٹائیں

اڑتے تھے ہوا میں ناگ کالے — انجم کو پڑے تھے جاں کے لالے

زنگی کے تھا رُخ کا خال تارا — یا تہ میں کنویں کی جا چھپا تھا

ہوتا جو وہاں مُسولینی بھی — کہہ اٹھتا "ہائے لی سِلاسی!"

پَو پھٹنے کی آتی تھی نہ باری — وَاللَّیل، کا تھا وظیفہ جاری

اس رات کا کچھ ہی ذکر منظور — وہ جانکی جائے بندو مجبور

اپنے کمرے میں سو رہی تھی — کھٹکا ہوا سخت اس سے جاگی

دروازے پہ ڈگمگاتی آئی — انگڑائی تھی ساتھ اور جماہی

کھولا تو ٹارچ جل رہی تھی — باقی ساری فضا وہی تھی

دیکھا تو وہی تھا نیک تدبیر — بیماری میں جو رہا خبر گیر

اس نے کہا جا رہے ہیں ہم سب — ہی آپ کو اپنا اختیار اب

نیچے اک سائیکل ملیگی — چڑھ سکتی ہیں تو کام دیگی

یہ نوٹ ہی دس روپیہ کا لیجے — نکلیگا سفر میں کام اس سے

یہ کہتے ہی چلدیا وہ فوراً — کھڑکا موٹر کا نیچے انجن

---

[1] صحیح تلفظ کل برکش یا کلپ برکش۔ سُرگ کے مشہور و ممتاز درخت کا نام جو خلد کے طوبیٰ کی حیثیت رکھتا ہے۔

دو چار منٹ تو اس نے کی غور
پھر ٹھان لیا ارادہ فی الفور

سنّاٹے کا سماں تھا نیچے
جی میں آئی کہ جایزہ نے

پھر دل نے کہا کہ اس سے حاصل
تقدیر نے توڑے ہیں سلاسل

لی سائیکل اور رواں ہوئی وہ
قسمت جہاں لے چلے چلی وہ

رستے کا اندھیرے میں پتا کیا
رخ اس نے کیا کسی طرف کا

اس وقت تو سائیکل تھی بیکار
لے آئی وہ ساتھ چار و ناچار

بجلی اتنے میں خوب چمکی
بارش وہ ہوئی کہ چھاجوں برسی

مینھ رُک گیا۔ پھر چلیں ہوائیں
بکھرانے لگیں جمی گھٹائیں

بادل پھٹے اور تارے چھٹکے
آثار ہوئے عیاں سحر کے

تیزی سے وہ اک طرف کو چل دی
دیکھا تو قریب ہی سڑک تھی

اب جانکی سائیکل پہ چڑھ کے
باتیں کرنے لگی ہوا سے

جانا کہ نہیں ہے علم اس کا
جانا ہے کہاں ؟ کدھر یہ رستا؟

اک بات تھی بس یہ اس کو منظور
اُس موقع سے جاؤں جتنا ہو دور

یوں طے کرنے لگی سفر وہ
گھوڑے پہ ہوا کے تھی مگر وہ

جب پَو پھٹی اس نے دُور چل کر
دیکھا اک میل کا ہے پتھر

پڑھنے سے اس کے وہ یہ سمجھی
منزل ہے سوا سو میل اس کی

اس کو اب اس کا دھیان آیا
چلتے ہوئے اس کو کچھ دیا تھا

اس نے جیبوں میں ہاتھ ڈالا
تو ایک کرنسی نوٹ نکلا

دیکھا تو سَو کی مالیت تھی
ہمت بڑھی اس سے جانکی کی

گھبراہٹ میں تھے لوگ وہ تو
سَودے گئے دس کے بدلے اس کو

پھر ہو گئے سوار سیدھی چل دی
طیّارہ تھا سائیکل نہیں تھی

اُڑتی گئی ہوگی وہ کئی میل
رستے میں پڑی ہوئی تھی اک کیل

ٹایر میں چبھی - ہوا بھڑا کا
پھیّا اب ہوگیا نکمّا

جوں توں گئی اس کو لے کے کچھ دُور
پھر چھوڑنے پر ہوئی وہ مجبور

گزرے اس طرح چند گھنٹے
پیدل اسے چلتے - گرتے پڑتے

سورج اب سر پر آگیا تھا
اب ہوگیا وقت دوپہر کا

تھے پانو سے حلق تک جو کانٹے
اٹھتے تھے روئیں روئیں سے شعلے

اک دشت میں تھا گزر سڑک کا
کیا ذکر اس کی تپت بھڑک کا

اک موج سراب کی سڑک تھی
جلتے تھے پانو وہ بھبک تھی

تھا دشت آتش کا باغ گویا
ہر نخل تھا چلچراغ گویا

کیا ایسے میں چیل چھوڑے انڈا
گرمی نے کیا تھا اس کو ٹھنڈا

فوّارے تھے ریت کے بگولے
پڑتے تھے فضاؤں میں پھپولے

پڑتی سورج کی جو کرن تھی
جھلسانے میں مشین گن تھی

جو نخل تھا شعلہ تھا سراپا
جو برگ تھا اک شرر تھا گویا

خشکی گرمی کی وہ تباہی
دریا میں ملی تھی ریگ ماہی

یہ کہیے تھی جنگ عنصروں میں
فاتح ہوئی آگ ان سبھوں میں

منصور سے دب کے ہی تھا رہنا
ان تینوں نے اس کا جامہ پہنا

بھٹّی بنا تیرہ خاکداں یہ
دوزخ نے نہ دیکھا ہو سماں یہ

ققنس جل بجھ کے خاک ہوتا
خاک اس کی نہ دیتی کوئی انڈا

اوپر سے جو کوئی بوند پڑتی
انگارہ کی شکل وہ پکڑتی

تھی حبس سے وہ بہت پریشاں
دم رُکتا تو تھے حواس پرّاں

جھونکا جو کبھی ہوا کا آتا
دیپک کی تانیں تھا اڑاتا

چلتی جو ہوا تو جی جلاتی — تھی جان کو جسم میں سکھاتی
جلتے بلتے وہ لُو کے جھونکے — کیا بھاڑ میں اس ہوا کو جھونکے
گر پیک خیال کا گزرتا — وہ پھونک کے لاکھ پانو دھرتا
ہوتا وہ چراغ پا تو بے سُود — عنقا کی طرح سے ہوتا نابُود
تن سے جو نکلتا تھا پسینا — تھا آگ پہ تیل کا تریڑا
اندر تپتا تھا جیسے اک بھاڑ — تھا ہر متنفس اک اگن جھاڑ
پیروں کے تلے زمیں جھلستی — اک آگ تھی چرخ سے برستی
طایر بھی نظر کے تھے مچلتے — پر اُن کے تھے اس فضا میں جلتے
وہ رُت - وہ سماں - سفر پیادہ — دوزخ کے عذاب سے زیادہ
حیران تھی کیا کروں کہاں جاؤں — ان دُکھّوں سے کس طرح اماں پاؤں
چھالوں سے ہوئے تھے پانو چھلنی — غلبہ تھا بھوک پیاس کا بھی
موسم کا یہ حال گم تھا مامن — "پائے رفتن نہ جائے ماندن"
اس گت میں تھی جانکی بچاری — معصوم وہ آفتوں کی ماری
دُبدا میں تھی وہ کہ اب کرے کیا — آیا نظر اس کو ایک تانگا
یہ دیکھ کر آئی جان میں جان — جانا مشکل ہوئی اب آسان
ٹھہرا کے ہوئی سوار اس پر — منزل کا پتا نشان دے کر
اُجرت جو مانگی - کی وہ منظور — تانگا وہ گیا نہ تھا بہت دُور
جو سامنے آیا اک تراہا — اس کو جانا تھا گرچہ سیدھا
بائیں کو چل پڑا وہ مُڑ کر — گھوڑے پہ لگے برسنے ہنٹر
چیخی چلّائی وہ بہت ہی — تانگے والے نے اک نہ مانی
دل میں اس کے بدی ہی سمجھی — کیا فائدہ تھا جو کُود پڑتی

معذور جو ہوتی چوٹ کھا کر
لے جاتا وہ لوتھ سی اٹھا کر

منظور تھا ورنہ اس کو مرنا
دیکھو ہوا کیا خدا کا کرنا

پیچھے سے جبھی اک آئی موٹر
جو چیخ پکار اس کی سُن کر

بڑھ کر کچھ آگے ہو کے آڑی
اس طرح رُکی کہ راہ روکی

اُترا اک آدمی جھپٹ کر
ڈالا اک ہاتھ اُس نے بم پر

پھر دوسرے سے پکڑ کے راہیں
روکا تانگے کو اک منٹ میں

یہ دیکھ کے تانگہ والا صورت
سب چھوڑ کے ہو گیا تھا چمپت

مالک موٹر کا پیچھے آیا
اور اُس بیچاری کو اتارا

آکر موٹر میں جب وہ بیٹھی
سمجھی کہ مصیبتوں سے چھوٹی

پوچھا اس نے کہاں ہی جانا
بولی وہ کہ دلّی ہی ٹھکانا

بولا وہ کہ دلّی ہی بہت دُور
جانا ہی مجھے تو مصطفےٰ پور

یہ دُور نہیں یہاں سے قصبہ
چھوٹا سا وہاں ہی میرا بنگلہ

دو چار دن اس جگہ رہونگا
پھر آگرہ تم کو لے چلونگا

اُس شہر میں ہی مکان میرا
بنگلہ تو ہی عارضی بسیرا

عصمت اللہ ہی نام میرا
ہُوں کونسلی ہی یہ کام میرا

دلّی نہیں دور آگرہ سے
ہمراہی کا انتظام کر کے

کر دونگا جبھی تمھیں روانہ
دیکھو وہ رہا غریب خانہ

اِن کو بنگلے میں جانے دیجے
اب آکے خبر ادھر کی لیجے

ڈپٹی خدمت کے پاس آیا
سب رات کا ماجرا سنایا

خدمت بولا تو لے گئے ساتھ
ڈپٹی بولا اٹھا کے یوں ہاتھ

ایسا تو کبھی ہوا نہ ہوگا
کردار نہیں یہ اس جتھے کا

اس دوڑ سے ہو کے سخت مجبور — جائینگے وہاں سے وہ بہت دُور

پانا تھا جو اُس سے پا چکے وہ — کیا رکھ کے اسے بنائینگے وہ

میں نے کئی آدمی لگائے — یہ حکم ہی ہر سڑک پہ جا کے

لڑکی کو تلاش کر کے لائیں — لے آئیں جہاں بھی اس کو پائیں

ہاں۔اس گھر کی جو لی تلاشی — تحریر یہ اک جگہ سے نکلی

مضمون اسی کا ہی لکھا یہ — جلدی میں وہیں پڑا رہا یہ

پُرنم آنکھوں سے اس کو پڑھ کر — **خدمت** نے کہا کہ بندہ پرور

برداشت سے اس کا دکھ سوا ہی — کچھ کیجئے وقت نشٹ کا ہی

ڈپٹی نے دیا بہت دلاسا — تحریر اسے دے کے وہ سدھارا

دیکھو اسے تم بھی دل پکڑ کے — یہ لفظ ہیں یا جگر کے ٹکڑے

۱۹

ای گھٹ گھٹ کے انتر جامی — سب کے داتا سب کے سوامی

تو ہی جگت کا پالن ہارا — راجا اور پرجا کا سہارا

کرپا ساگر نام ہی تیرا — پھر کیوں دُکھ اتنا ہی میرا

مجھ پر آئی ایسی بپتا — پانی ہو پتھّر کا پتّا

کونسا ایسا پاپ کیا ہی — جو مجھ پر یہ کوپ ہوا ہی

کس کے آگے دکھڑا روؤں — کس سے اپنا رونا روؤں

کون سہایک ہوگا میرا — آسرا ہی تو بس اک تیرا

تجھ ہی سے ہی میری بنتی — بگڑی بات تجھی سے بنتی

تو ہی اناتھوں کا ہی داتا — تجھ سے دکھ ہی سکھ بن جاتا

ای بگڑی کے بنانے والے — ای گرتوں کے اٹھانے والے

ناؤ ڈباؤ ہی یہ بچا لے — بھو ساگر کے پار لنگھا دے

اب سہنے کی شکت نہیں ہی — یوں رہنے کی شکت نہیں ہی

یا اس دکھ سنکٹ سے چھڑا لے — یا اس دُکھ کے گھر سے اٹھا لے

نیاؤ ہی تجھ میں تُو ہی دیا لُو — دیکھ اپنی اور اے داتا تُو

ایسا کیا اپرادھ کیا ہی؟ — جو یہ مجھ کو ڈنڈ دیا ہی

جو کہوں کیوں مجھ پر یہ کڑی ہی — منہہ چھوٹا اور بات بڑی ہی

مُورکھتا کو کھما کر سوامی — یہ کیا کہہ گئی مَیں کھل کامی

رونا ہی تو اپنی مت کا — اس دُکھ سنکٹ اور بپت کا

پاپ ہوا کوئی مجھ سے بھاری — جو ہر پل ہی سر پر آری

اِچھّا تیری شردھا میری — مانگ رہی ہوں کھمائیں تیری

سوامی جتنا چاہو پرکھنا — من کو میرے پوِتّر رکھنا

میں بھی کس راجہ کی کُماری — جو یہ بپتا مجھ پہ اتاری

نام کا بھی ہی کوئی پریکھا — کیوں ہی وِدیہی[1] کا سا لیکھا

وہ دیوی میں نپٹ دکھیاری — منگتی ہَیں وہ راج دُلاری

پاپ ہوا کیا مجھ سے ایسا — جو ہر اک ہی بَرودھی میرا

گرہستی - جوگی - سنّیاسی — مجھ کو ملی ہی سب سے اُداسی

جو ہی میرے پران کا لاگو — میرے دھرم اور مان کا لاگو

دیس - سماج سبھی ہیں شترو — کوئی ابھاگی کا نہیں لاگو

جن کو پربھو دارُن دکھ دیہیں — جنم وہ اس بھارت میں لیہیں[2]

---

[1] وِدیہی اور جانکی سیتاجی کے نام ہیں۔ [2] گسائیں تلسی داس کے شعر میں تصرّف کیا ہی اصل شعر یہ تھا۔ "جا کو پربھو دارُن دکھ دیہیں ٭ واکی مت پہلے ہر لیہیں"۔
دیہیں - دیتے ہیں + لیہیں - لیتے ہیں + دارُن - انتہا کا +

کیوں یہ دیا تھا جیون مجھ کو — یہ جیون ہی اجیرن مجھ کو
پچھر کے من میں کس کو دکھاؤں — اپنی بپتا میں کس کو سناؤں
میں کوئی پہلاد نہیں تھی — پھر کیوں کی ہی پریکشا ایسی
دھروڑ یہ ماتا کی میرا ست — پران کی لیوا ہی جس کی پت
شکتی دے آنچ اس پہ نہ آئے — اس میں جیون جائے تو جائے
جو چاہے دے مجھ کو سنکٹ — دے خدمت کو سکھ اور سمپت
مترو ہی ہی پتا ہی وہ ہی — اُس پر آئے نہ بپتا کوئی
بھاگوں کا کب پلٹا ہوگا — میں ہی نہ ہونگی تو کیا ہوگا!

۲۰

پہنچی بنگلہ پہ جب وہ موٹر کار — نوکروں نے ٹفن کیا تیار
جانکی کو بتا کے اک کمرا — عصمت اک بار جا کے پھر لوٹا
وہ بہت نیک اور اچھّا تھا — اصل میں اسم بامسمیٰ تھا
تھا طبیعت کا وہ بہت ہی شریف — بولا ہی پانو میں بہت تکلیف
پھر کہا جانکی سے رُک رُک کر — یہ نہ ہو طبع کے خلاف اگر
صاف کر کے دوا لگا دوں میں — ان کی تکلیف کو مٹا دوں میں
چونکہ بستی سے دور ہی یہ مکاں — کچھ دوا دارو لا رکھی ہی یہاں
تھا تکلف جو وہ نہیں کرتی — کیونکہ تکلیف پانو میں تھی بڑی
وہ گیا اور لایا سب چیزیں — شیشیاں بھی دوا کی تھیں جن میں
پانو دھو کر لگائی ایک دوا — پھر روئی رکھ کے خوب باندھ دیا
کر چکا جب معالجہ وہ تمام — جانکی کو ملا بہت آرام
مسکرا کر یہ جانکی نے کہا — بھائی کیا شکریہ ہو اس کا ادا

بولا وہ بات ہے یہ معمولی — فرض انساں کا خدمت انساں کی
ہوئے فارغ جو وہ ٹفن کھا کے — کہا **عصمت** نے رُک کے شرما کے
مجھ کو پختہ ہے یہ امید بہن — کہ نہ ہونا گوار میرا سخن
ہے یہ دنیا بہت بری .بی.بی — نیتیں ہیں خراب لوگوں کی
جانکی نے جواب میں یہ کہا — تجربہ ہے مجھے بہت اس کا
بولا **عصمت** ہے آگرہ میں ماں — وہ اکل[1] تک پہنچ رہینگی یہاں
آپ کا بھی اکیل پن نہ رہے — اور لوگوں کی بھی زبان رُکے
جو کماتا - جوان - کنوارا ہے — گندی افواہوں کا نشانہ ہے
جانکی نے کہا کہ ای بھائی — مجھ کو تجویز یہ پسند آئی
دیکھے دنیا میں ہر طرح کے بشر — تم سے آئے نہیں شریف نظر
ہوا موٹر کو حکم ابھی جائے — بیگم اماں کو شہر سے لائے
شام کو اٹھی کر کے جب آرام — اس کو نوکر نے یہ دیا پیغام
یہ کہا ہے کہ آپ جب اٹّھیں — آپ کے حکم سے انھیں کہدیں
بولی وہ ہاں بلالو صاحب کو — وہ چلے آئیں چاہیں جب کہدو
آکے **عصمت** نے یہ کیا اظہار — آئے بیٹھے ہیں اک تعلقہ دار
اک ضروری مقدمہ ان کا — پیش حاکم کے سامنے ہوگا
وہ موکّل پُرانے ہیں میرے — مجھ کو لیجا رہے ہیں ساتھ اپنے
کام اک دن کا یا ہے دو دن کا — تیسرے روز واپس آؤنگا
آپ اس کو نہ بیرخی سمجھیں — گھر کو مہماں پہ چھوڑنا نہ کہیں
میں کبھی کا چلا گیا ہوتا — آپ سے صرف ذکر کرنا تھا

---

[1] دیکھو فصل ۳ نوٹ ۵۲ +

جانکی نے کہا کہ جائیں ضرور
اس میں کیا عذر۔ کون ہی معذور

جائیں آپ اور شوق سے جائیں
وسوسہ دل میں کچھ نہ فرمائیں

بھائی کے گھر بہن کا یوں رہنا
کیسی تکلیف اور الھنا کیا

وہ شب اور اگلا دن تمام ہوا
بیگم امّاں کا انتظار رہا

پانو میں ہوگیا بہت آرام
کوفت بھی دُور ہوگئی تھی تمام

شام ہونے کو تھی کہ کار آئی
اس میں بیگم اور ایک آیہ تھی

شہر سے چلتے وقت شوفر نے
عرض کی تھی یہ بیگم امّاں سے

وہاں ٹھہری ہوئی ہیں اک بی بی
سُوٹ کیس ان کا آیہ ہی ان کی

رکھّا اک سُوٹ کیس لا کے نیا
اندر آیہ کو لا کے بٹھلایا

تھا جو بیگم کا نوکر ایک قدیم
پاس شوفر کے ہوگیا وہ مقیم

مانتھا ٹھنکا یہ سُن کے بیگم کا
چُپ رہی پھر نہ پوچھا کچھ نہ کہا

آیہ تو جانکی کے پاس آئی
ساتھ وہ سوٹ کیس بھی لائی

اس میں کپڑے تھے سادے اور اچھے
وہ منگائے تھے جانکی کے لئے

اس کے کپڑوں کا حال تھا ردی
تھی یہ عصمت کی دُور اندیشی

شہر جب کار کو روانہ کیا
رقعہ ایک اپنے دوست کو لکھّا

کہ زنانے وہ ایک دو جوڑے
بھیجدے۔ جو نئے ہوں یا ستھرے

سُوٹ کیس اُس نے بھر دیا سارا
جو نہ مانگا تھا وہ بھی ڈال دیا

جانکی نے مدد سے آیہ کی
اپنی پوشاک پہلے کی بدلی

بال آیہ نے اس کے ٹھیک کئے
آکے پھر بیٹھی پاس بیگم کے

رسمی باتیں وہ کر رہی تھی اِدھر
چپ لگی اس کو اس کے آنے پر

چند لمحوں کے بعد وہ چیتی
کہا عصمت نے بھیجی تھی چٹھی

کوئی تکلیف تو ہوئی نہ یہاں — دیکھتی ہو اجاڑ ہیں ہی مکاں

الغرض باتیں اس طرح کی ہوئیں — بیگم اماں کی تیوریاں نہ کھلیں

اس میں اک راز کی تھی بات نہاں — عصمت اللہ کی وہ سگی تھی نہ ماں

تھا جو عصمت شریف اور سعید — سرد مہری بہت تھی اس سے بعید

بیٹا سوتیلا اور کماؤ بھی — رکھتا خاطر وہ ہر طرح ماں کی

ماں تھی اس فکر اور چکر میں — گفتگو تھی پسر میں مادر میں

کہ بھتیجی تھی ماں کی اک سیانی — عصمت اللہ کی اس سے ہو شادی

شادی رشتہ کی تھی اسے نہ پسند — ابھی چپ تھا کہ تھا سعادتمند

گفتگو ہی تھی درمیان ابھی — کہ یہاں یہ نئی فضا دیکھی

جانکی تھی جوان اور حسین — تھی وہ نازک ادا اگرچہ متین

ماں سمجھتی تھی آجکل فرزند — کرتے ہیں اپنی بیوی آپ پسند

شبہ کیسا اسے یقین ہوا — دلہن اس کو بنائیگا بیٹا

یہی غوطہ تھا اور یہی دھڑکا — کہ گیا میرے ہاتھ سے لڑکا

چور یہ اس کے جی میں بیٹھ گیا — چبھ گیا اس کے دل میں یہ کانٹا

جب نظر جانکی پہ جاتی تھی — ایڑی سے چوٹی تک بھڑک اٹھتی

اک جہاندیدہ کھاگ تھی بڑھیا — ضبط سے خوب اس نے کام لیا

دل میں کہتی کہ اچھا دیکھونگی — کیونکہ بنتی ہی تو بہو میری

دوسری شام تھی کہ خط آیا — اس میں عصمت نے ماں کو لکھا تھا

انتظار اس کا وہ نہ فرمائیں — دونوں وہ شہر کو چلی جائیں

وہ بھی دو تین روز میں سیدھا — کام بنٹا کے شہر پہنچیگا

ریل میں چڑھ کے وہ سٹیشن پہ — پاس عصمت کے بھیجدیں موٹر

۲۱

وہاں سے جہاں بنگلہ عصمت کا تھا
سٹیشن کا دس میل تھا فاصلہ

وہاں شب کو ریل آتی گیارہ بجے
پہنچتے فجر آگرہ چھ بجے

مگر اک سٹیشن تھا ادھ بیچ میں
مسافر جو ہوں آگرہ کے انھیں

وہاں ریل ملتی تھی اک دوسری
جو چھوڑی چلی جاتی وہ بمبئی

اسی شب جو کھانے سے فارغ ہوئے
سٹیشن کی جانب وہ سب چلدیے

جو آئے تھے موٹر میں کل تھے وہی
بڑھی پارٹی میں بس اک جانکی

سٹیشن پہ موٹر انھیں چھوڑ کر
جدھر کا تھا حکم اس کو چلدی اُدھر

ملازم کو بیگم نے نوٹ اک دیا
پھر اس کو ہدایت یہ کی برملا

ٹکٹ لے کے سب پاس رکھ لینا تم
ذرا ہوش رکھنا نہ ہو جائیں گم

ٹکٹ دیکھنے کو کئی آئیں گے
خلل نیند میں ان کی کر جائینگے

جو ریل آئی سب چڑھ گئے آن کر
جمیں چیزیں بستر کھلے سیٹ پر

یہ بیگم نے تب جانکی سے کہا
کہ سو جاؤ بیٹیا - سفر ہی بڑا

کہیں صبح منزل پہ پہنچیں گے ہم
مجھے ریل میں سخت چڑھتا ہی دم

سفر میں مجھے نیند آتی نہیں
یہ ہلچل یہ گڑ بڑ سہاتی نہیں

غرض آیہ اور جانکی سو گئیں
ہم آغوش وہ نیند سے ہو گئیں

ہوئی صبح جب آنکھ ان کی کھلی
جگہ بیگم اماں کی خالی ملی

نہ بیگم نہ بیگم کا سامان تھا
وہی دو تھیں اور کمرہ سنسان تھا

وہی سوٹ کیس اور ٹرنک آیہ کا
جہاں رکھدیا تھا وہیں تھا پڑا

تھی اس غوطہ اور سوچ میں جانکی
ٹکٹ بھی وہ ساتھ اپنے لیتی گئی

کہ آیا یکایک وہ نوٹ اس کو یاد
کہا اس نے آیہ سے یہ ہو کے شاد

ٹکٹ کے نہ ہونے کا کچھ غم نہیں — کہ نقدی مرے پاس کچھ کم نہیں
مگر یہ کہاں چلدیں کیا ہو گیلا — سنا یہ تو آیہ نے ہنس کر کہا
کہ بی بی تم اک بات مجھ کو بتاؤ — پر اک شرط ہی رنج دل میں نہ لاؤ
کہا جانکی نے کہو شوق سے — کوئی بات کیا رنج دیگی مجھے
کہو پوچھو آئی ہی جو جی میں بات — نہ جانے ہمارا ہی کب تک کا ساتھ
تو بولی یہ آیہ کہ اُس بنگلے کے — ہی صاحب کا کیا واسطہ آپ سے
کہا جانکی نے یہ فوراً وہیں — مرے نام تک سے وہ واقف نہیں
ہوا تھا سواری کا اک حادثہ — یہ آتے تھے لے آئے اتنا کیا
کبھی پہلے وہ۔ ہیں ملے ہی نہ تھے — مگر وہ ہیں محتاط و صلح بڑے
مناسب نہ تنہا تھا رہنا وہاں — جبھی تم بلائی گئیں اور ماں
کہا آیہ نے بس جی۔ بی بی جی۔ بس — وہ بڑھیا بہت ہی خبیث اور نجس
تھی کل اس ہیں۔ نوکریں کھس پھس ٹری — بہت ہو رہی تھی تمھاری بدی
بھتیجی کا تھا اور صاحب کا ذکر — ہی صاحب کی شادی کی بیگم کو فکر
یہاں تک کہا اور چُپ ہو گئی — تو بولی بہت ہنس کے یہ جانکی
کہو صاف۔ بیگم کو تھا اشتباہ — کہ بیٹے کا اور میرا ہوگا بیاہ
تمھیں اس کا آئے۔ نہ آئے یقیں — اُسے اور مجھے دھیان تک یہ نہیں
اسے کام سے اپنے بس ہی غرض — پڑے ہیں مرے پیچھے بیسوں مرض
نہ سمجھو بدن سے ہیں بیمار ہوں — ہیں دکھیاری ہوں اور دل افگار ہوں
یہ کہہ کر بھری اس نے ایک آہ سرد — کہے پھر یہ الفاظ۔ تھا جن میں درد
بہت ہی مَیں شرمندہ ہوں اے بہن — مرے ساتھ تم بھی گئیں مفتِ سَن
میں بدبخت ہوں اور گنہگار ہوں — عذابوں کی بیحد سزاوار ہوں

بھر آیا دل آیہ کا آ بیٹھی پاس
کہا اس قدر ہو نہ بی بی اُداس

جو میرا کہو میں تو آزاد ہوں
جہاں چاہوں جاؤں جو چاہوں کروں

تمہارا کبھی میں نہ چھوڑونگی ساتھ
ہو کیسی مصیبت بٹاؤنگی ہاتھ

اسی قسم کی گفتگو اُن میں تھی
کہ انجن نے سیٹی کڑاکے کی دی

سٹیشن پہ جاکر تھمی جب وہ ریل
تھی لوگوں کی حد سے سوا ریل پیل

سٹیشن بھی تھا وہ بہت ہی بڑا
کئی ریلوں کا تھا وہاں جمگھٹا

قلی آئے اُن کو تو ٹالا گیا
جو سامان تھا خود نکالا گیا

یہ اُتریں کہ اک بابو آ ہی گیا
ٹکٹ کا سوال اس نے اُن سے کیا

کہا جانکی نے ٹکٹ کھو گئے
وصولی جو کرنی ہو کر لیجیئے

رقم ایک مانگی لگا کر حساب
دیا جانکی نے یہ اس کو جواب

کہ اک نوٹ سو کا ہے خوردہ نہیں
وہ بولا یہاں چینج اتنا نہیں

ٹکٹ گھر مرے ساتھ آجاؤ تم
ٹکٹ بابو سے نوٹ بھنواؤ تم

وہیں چھوڑ ابیٹھی تھی آیہ جہاں
دیا نوٹ بابو کو جاکر وہاں

وہ بابو ابھی تھا روپے گن رہا
کہ اک شخص نے نوٹ اس سے لیا

وہ دیکھا کیا اس کو کچھ دیر تک
گیا پھر وہاں سے وہ فوراً سٹک

پھر آیا تو دو کانسٹیبل تھے ساتھ
پکڑنے لگے جانکی کا وہ ہاتھ

کہا اس نے اس کی ضرورت نہیں
نگہ رکھو ان پر نہ جائیں کہیں

کہا جانکی سے کہ اس نوٹ کی
پولس کو تلاش ایک مدّت سے تھی

ابھی تم کو دہلی میں لے جائینگے
وہاں نوٹ کے عُقدے کُھل جائینگے

کی تقریر یوں ختم اُس شخص نے
کھڑی ہے رُکی ریل ادھر آیئے

وہ جس وقت درجہ میں داخل ہوئی
تو دیکھا کہ آیہ ہی بیٹھی ہوئی

ہو سامان بھی ساتھ کا سب وہیں
مگر ان پہ ہیں خاص مُہریں لگیں

دو افسر ہیں اور دو سپاہی وہاں
مسلّح ہیں۔ پہنے ہیں سب وردیاں

پڑی آیہ کی جانکی پر نظر
تو دیکھا کہ وہ خوش ہے اور بے خطر

ہوئیں آنکھیں اِن دونوں کی جب دوچار
ہنسی آئی بی بی کو بے اختیار

کہا اب ہیں مُکنے کو سب آفتیں
اُنھوں نے دیا کھانے کو بھی نہیں

نفی میں جو آیہ سے پایا جواب
اک افسر سے اُس نے کیا یوں خطاب

کوئی ہم میں بھوکوں جو مر جائیگی
تو تفتیش بھی کُوچ کر جائیگی

سپاہی کو افسر نے بھیجا جبھی
اُسے جلد آنے کی تاکید کی

وہ لے آیا کھانے کی چیزیں بہت
انھوں نے بھی گرمائیں ڈاڑھیں تُرت

انھیں دیجئے کرنے پُورا سفر
ادھر آیئے۔ چلیے خدمت کے گھر

۲۲

جب سے **نعمت** نے پائی تھی وہ سزا
حال **خدمت** کے دل کا ابتر تھا

کالے پانی کسی کا بیٹا جائے
پھر نہ کیوں اس کے نام پر حرف آئے

کہہ گئے ہیں کہ بد سے اُپجے بد
اصل بد از خطا۔ خطا نہ کند

جن کے گھر میں ہوا تھا وہ پیدا
وہ گھرانا ہی ایسا ویسا تھا

رہی قسمت کی وہ ہی ناکامی
یہاں دینی تھی ان کو بدنامی

آب وگل میں جو تھی بدی نہ گئی
نہ گئی خُو بُری جو تھی نہ گئی

تھی رذالت خمیر میں اس کے
تھی شقاوت ضمیر میں اس کے

ان کو آیا تھا کرنے وہ بدنام
گویا اس کے سوا نہ تھا کچھ کام

رنج **خدمت** کو تھا بہت اس کا
پر سوا اس سے یہ تاسُّف تھا

جانکی پر تباہی جو آئی
ذمہ وار اس کی ذات ہی میری

اس نے سوچا کہ جھگڑا شیلا کا　ہیں سنوں گا تو رنج ہوگا بڑا
میری خاطر یہ آفتیں جھیلیں　ایسی دلسوز بیٹیاں بھی نہیں
جانے اب ہے بچاری کا کیا حال　زندہ بھی ہیں کہ کر گئی ہیں کال
سوچ کر یہ بھر آیا دل اس کا　ایک شعلہ کلیجے سے اُٹھا
چُپ رہا تھوڑی دیر بھر کر آہ　کہ یکایک گئی گھڑی پہ نگاہ
کہہ اٹھا اک ضعیف لہجے میں　اب نہیں دیر اُن کے آنے میں
تھے جو دو دوست صادق اور دانا　ان کو تاکید سے بلایا تھا
وہ بہی خواہ تھے ۔ عقیل اور نیک　ان میں قانون کا تھا ماہر ایک
ایک ان دونوں میں تھا سیوک رام　کر رہا تھا جو عام فیض کے کام
ابتدا ہی میں اس روایت کی　آپ نے دیکھی اک پہاڑی کٹی
پاس ہی اس کے اس کی کالج تھی　کام سے اس کا جب اچٹتا جی
وہاں کرتا دو ایک دن بسرام　اور پاتا تھا کام سے آرام
جوگی اور وہ جوان تھے دونوں　دوست اور رازدان تھے دونوں
دونوں ہمدرس و ہم محلہ تھے　اتّفاقات پھر کچھ ایسے ہوئے
پہلے سے اب بہت گئے وہ بدل　مختلف دونوں کا تھا طرز و عمل
اِس نے خدمت سنبھالی دنیا کی　اُس نے دُنیا ہی ترک کر دی تھی
جو محرّک سبب ہوا اس کا　تھا گھروں کا تباہ ہو جانا
بیویاں تھیں جوان کی نیک شعار　ہوئیں طاعون کی وبا کا شکار
صدمہ یہ جانگزا اٹھا نہ سکے　کچھ دنوں تو رہے وہ مجنوں سے
پھر جواب ہی وہ اختیار کی راہ　عیش و عشرت سے کر کے استکراہ
مختلف گرچہ ظاہری تھے شعار　دھن میں اپنی وہ دونوں تھے سرشار

گرچہ خدمت سے عمر میں کم تھا
سیوک اس کا حبیب و ہمدم تھا

کرتا قانونی مشکلیں جو سر
عصمت اللہ تھا وہ بیرسٹر

تھے سب آپس میں یار اور رفیق
تھے وہ خدمت کے دوست اور شفیق

اس لئے آج انھیں بلایا تھا
اور صحبت ہوئی تھی یہ برپا

تاکہ آپس میں مشورہ ہو جائے
اک وصیت کا تصفیہ ہو جائے

اس کی تکمیل ہی کو خدمت نے
آج احباب یہ بلائے تھے

آکے وہ دونوں دوست بیٹھے جب
ظاہر ان پر کیا گیا مطلب

تھیں وصیت کی یوں مدیں تو کئی
آشرم۔ بیوی۔ جانکی۔ تھیں بڑی

غور اور فکر ہو رہی تھی بہت
اس میں قانون کی بھی تھی حجّت

کہا خدمت سے جب یہ عصمت نے
ہم یہ سب کچھ تو کر نہیں سکتے

بیوی کو چاہو جس قدر دیدو
کچھ نہیں دے سکوگے لڑکی کو

اس کو تم گود لے نہیں سکتے
ایسے ہی حکم ہیں مُنوجی کے

اور پھر جائداد ہے جدّی
یہ ہلا دے گی جڑ وصیّت کی

سُن کے یہ اعتراض عصمت سے
ایک کاغذ نکالا خدمت نے

تھا وہ فارغخطی کا محضر سا
جدّیوں بازگشتیوں کا لکھا

بولا ان حجّتوں کا ہے یہ جواب
اب نہیں ہے۔ کہئے کیا ہیں آپ جناب

دے دلا کر انھیں کیا راضی
اور فارغخطی یہ لکھوالی

ہو چکی ہے رجسٹری اس کی
اب ہے کیا اس میں رائے قانونی؟

بولا عصمت کہ اب یہ ٹھیک ہے سب
جس کو جو چاہیں دے سکینگے اب

ان کو اس مشورے میں رہنے دیں
صدر خفیہ کی آکے سیر کریں

حیثیت جس کی کوتوال کی تھی
اب وہ خفیہ میں ہو گیا ڈپٹی

اپنے کمرے میں ہے وہ جلوہ فروز
آج کا رنگ ہے متانت سوز

آنکھ در پر ہے۔ ٹیلیفون پہ کان
بیٹھنا۔ اُٹھنا۔ گھومنا ہر آن

ایک منٹ میں جلائے دس سگرٹ
آج کچھ ہے مزاج میں کھٹ پٹ

آج حالت کچھ اضطراب کی ہے
در پہ جاتی نظر ہے پَے در پَے

ہے کسی کا تو انتظار اسے
کسی صورت نہیں قرار اسے

جان آخر چھٹی اس الجھن سے
یہ ٹلیفون تھا سٹیشن سے

"پہنچے سب۔ خیریت ہے۔ آتے ہیں
اور خدمت میں ان کو لاتے ہیں"

اب وہ سب اضطراب دور ہوا
فکر اور پیچ و تاب دور ہوا

۲۳

دفتر میں پولس کی کار پہنچی
جس کے لئے منتظر تھا ڈپٹی

وہ جانکی آفتوں کی ماری
اور آپہ وہ باوفا بچاری

اُتریں موٹر سے ملزمانہ
اک در کی طرف ہوئیں روانہ

تھا ایک کا چہرہ تو سکوں زار
تھی دوسری سوچ میں گرفتار

تھے گرچہ تعلقات تھوڑے
آپہ کو تھا پریم جانکی سے

اس کو نہیں گرچہ جانتی تھی
پروانہ وہ اس پہ ہو رہی تھی

جعلی۔ چوری کا نوٹ وہ تھا
اس پر جی اس کا تھا نہ ٹھکتا

گو کچھ نہ تھا اس کا حال معلوم
تھی جانکی اس کے لیکھے معصوم

افسر جو اُن کے ساتھ آیا
اُن کو ڈپٹی کے پاس لایا

ڈپٹی نے کیا اُسے تو رخصت
دیکھا کیا جانکی کی صورت

تھا پیڈ کے نیچے ایک فوٹو
دیکھا کیا اس کو جانکی کو

کچھ دیر رہی یہ دیکھا دیکھی
پھر بولا کہ بیٹھ جاؤ بیٹی

اس لفظ سے پا کے کچھ دلاسا
یہ جانکی بولی بے تحاشا

گزرے اتنے کڑے مہینے
بیٹی نہ کہا مجھے کسی نے

بیٹھی - آیا کو بھی بٹھایا
ڈپٹی نے اک آدمی بلایا

پرچہ دیا اس کو چلدیا وہ
اک لحظہ میں واپس آگیا وہ

آیا گیا اس طرح وہ دو بار
پاتا پرچوں سے مطلب اظہار

پیغام یہ ٹیلیفون کے تھے
خدمت میں اور اس میں ہو رہے تھے

خدمت کو پیام تھا ابھی آئیں
وہ بولا کہ گھنٹہ بھر ٹھہر جائیں

درپیش اہم معاملہ ہی
احباب سے بحث و مشورہ ہی

پھر اس سے کہا گیا نہیں۔ آئیں
وہ ہیں جو مشیر ان کو بھی لائیں

ان کے آنے میں تھا جو وقفہ
ڈپٹی نے یہ جانکی سے پوچھا

تم نے یہ نوٹ کیونکہ پایا
کس طرح تمہارے ہاتھ آیا

روداد جو اصل تھی بتائی
سچ بات جو تھی وہ کہہ سنائی

ڈپٹی کی جرح پہ وہ یہ بولی
خفیہ سی تھی زندگی کچھ ان کی

ویسے وہ شریف آدمی تھے
لکّھے۔ پڑھے۔ نیک وہ بڑے تھے

تھا ان کو پولس کا بھی بہت ڈر
اس سے مجھے پختہ شک تھا اُن پر

تھے ان کے عجیب ہی سے کچھ ڈھنگ
موٹر کا سدا بدلتے تھے رنگ

ہی آج سے چوتھے دن کی یہ بات
طوفانی اندھیری تھی بہت رات

دروازہ کسی نے کھٹکھٹایا
کھولا تو ڈاکٹر کو پایا

بولا وہ کہ سارے جا رہے ہیں
مجھ کو آزاد کر چلے ہیں

وہ نوٹ پھر اس نے مجھ کو سونپا
اس نے کہا دس کا۔ تھا وہ سو کا

دیکر یہ نوٹ چل دیا وہ
چلتے چلتے یہ کہہ گیا وہ

نیچے اک سائیکل ہی گھر میں
کام آئیگی وہ مجھے سفر میں

چاہوں تو میں اسکو ساتھ لیجاؤں
چڑھ سکتی ہوں تو کام میں لاؤں

ہی سائکل اس جگہ وہ بولا
تانگا بھی اکیلا اک ملا تھا

دشمن ہیں یہ سب مرے وہ بولی
ان کی لمبی ہی اک کہانی

رہزن یہ چیزیں نکلیں میری
مل جاتی وگرنہ میں کبھی کی

ڈپٹی. بولا یہ سچ ہی بیٹا
وہ نوٹ ہی اصل میں تمہارا

یعنی کہ تمہارے باپ کا ہی
بولی وہ کہ :- میرے باپ کا ہی!

اس نے کہا خدمت آرہا ہی
وہ باپ تمہارا دھرم کا ہی

بیٹی وہ تم کو جانتا ہی
بیٹی سے زیادہ مانتا ہی

تم جب سے گئیں نہیں ہنسا وہ
فکر اور غم میں پڑا رہا وہ

تم نے تو یہ دن ستم میں کاٹے
اس نے بھی غم والم میں کاٹے

وہ آئے تو سرگزشت ساری
بپتا کی کہانی وہ تمہاری

سب تم سے سنینگے۔ جب سنانا
جو کچھ بیتی ہی سب بتانا

ایسی بھی بہت سی ہونگی باتیں
حل جن کا نہ آیا ہو سمجھ میں

اُن کی تشریح ہم کریں گے
کھانچے جو ہونگے وہ بھرینگے

اتنے میں کھلا در۔ آئے فی الفور
خدمت اور اس کے ساتھ دو اور

خدمت آگے وہ دونوں پیچھے
بولا ڈپٹی سے :- کیا ہی۔ کہیئے؟

اس نے کہا کون ہیں یہ دیکھو
تم جانتے ہوگے شاید ان کو

اس نے دیکھا تو جانکی تھی
دل سے جسے کہہ چکا تھا بیٹی

منہ سے نکلا یہ بے تحاشا
ہیں جانکی! میری پیاری بٹیا!

یہ اس کی بڑھا وہ اس کی جانب
جذبات اُن دونوں پر تھے غالب

اس نے کندھوں پہ دھر دئے ہاتھ — خدمت کے پیٹھ پر گئے ہاتھ
خدمت کی زبان سے یہ نکلا — دُکھ تو نے بہت اُٹھائے بیٹا!
خدمت کی وہ باہوں میں تھی اسطرح — دن بھر چھٹنے کے بعد جس طرح
آتے ہیں ہمک کے بچّہ - بچّی — آغوش میں اپنی پیاری ماں کی
پھر سسکیوں میں یہ منہہ سے نکلا — دُنیا یہ بہت بُری ہی کاکا!
تنہا کہیں اب نہ جانے دینا — پھر سہہ نہ سکونگی ایسی بپتا
آنسو ہوئے تکملہ بیاں کا — عقدہ کھلا آنکھ سے زباں کا
منظر یہ دل شکن بہت تھا — جو تھے وہاں سب کا دل بھر آیا
خدمت کی ڈبڈبائیں آنکھیں — تالا سا پڑا ہوا تھا منہہ میں
ڈپٹی ان سب میں پہلے چونکا — سگرٹ سلگا کے وہ یہ بولا
ان پچھلے مہینوں میں ہوا جو — لازم ہی کہ پہلے کہہ لو - سُن لو
وہ واقعے دلخراش ہیں سب — طے ہوں اسی موقع پر - ہی انسب
سُن بی بی - کٹی سے جب تو اُتری — بستی میں کی جس نے میزبانی
وہ اور بہن وہ اس کی عیّار — اس وقت ہیں جیل میں گرفتار
گھر میں پڑا سیٹھ کے وہ ڈاکا — باقی تنکا تلک نہ چھوڑا
دیوانہ سا ہو گیا کرم چند — پاگل خانہ میں اب وہ ہی بند
باقی رہے اس کے دو جو بچّے — وہ ساتھ چلے گئے چچا کے
بی بی وہ د روغہ تھانہ تھانہ — وہ غنڈا - یہ تیرا موت خانہ
نعمت کے تھے دوست سب وہ سُہدے — جو تجھ کو پکڑ کے لے گئے تھے
نعمت کو تجھ سے تھا جو کینہ — اور اس کا سیاہ تھا جو سینہ
تمہید وہ انتقام کی تھی — وہ کرنے نہ پائے اس کو پوری

یہ سنتے ہی جانکی تو سہمی | خدمت کے رخ اس کی آنکھ اٹھی
اور ساتھ ہی نکلا یہ زباں سے | ظاہر تھی صداقت اس بیاں سے
اس سے کبھی کی نہیں برائی | چھوٹا اسے اپنا سمجھی بھائی
نیچی آنکھوں سے وہ یہ بولا | روتا ہوں میں اس گھڑی کو بیٹا
لایا تھا جب اس کو اپنے گھر میں | حیوان تھا وہ چھپا بشر میں
ڈپٹی نے کہا کہ وہ کچھی تھا | کالے پانی میں اب ہی بیٹھا
وہ دوڑ۔ پکڑ دھکڑ۔ عدالت | سب مرحلوں کی ہوئی صراحت
جب روشنی دان اور رسّی | آئے تو وہ مسکرا کے بولی
پھر کیا کرتی کہ قید میں تھی | راہ اور کوئی مجھے نہ سوجھی
آیہ کے لب سے نکلیں آہیں | تھیں جانکی پر جمی نگاہیں
پھر وہ شائستہ قید اور بند | گزرے تھے جہاں مہینے وہ چند
تانگے تک کہہ چکی تھی وہ بات | کہنے لگی پھر اٹھا کے وہ ہاتھ
وہ بیٹھے ہیں میرے دھرم بھائی | ان کے دم سے ملی رہائی
بنگلہ۔ بیگم کا ذکر آیا | وہ ہنس دی مسکرائی آیہ
عصمت سے کہا یہ جانکی نے | جو کہتی ہیں کیوں نہیں وہ کرتے
پہلے تو ہنسا وہ کھل کھلا کر | جب راز کھلا یہ انجمن پر
عصمت کو پسینا آ رہا تھا | سب ہنستے تھے وہ لجا رہا تھا
خدمت سے کہا یہ جانکی نے | قسمت کے برے تھے گو قرینے
پائے ہیں میں نے دو رتن یہ | اک بھائی وہ اور اک بہن یہ
آیہ کو اشارہ کر کے بولی | میں ان کو کہیں نہ جانے دونگی
وہ بولی یہ یاد رکھنا بی بی | اب شرط یہی ہے جینے جی کی

جب ختم ہوا وہ کہنا سنّا
ڈپٹی کی طرف کیا اشارہ
لڑکی نے کیا اسے نمسکار
سیوک کی طرف کہا یہ مڑکر
وہ شام وہ جوگی اور کٹیا
جوگی کے یہ بچپنے کے ہیں دوست
پہلے تو وہ مسکرا کے بولی
وہ سین پھر اس کو یاد آیا
گویا ہوئی باپ کی طرف یوں
اُف! کیسی ہے آدمی کی طینت
اُس رات جو وہ پناہ دیتا
حق تک اسے ہے تو ہو رسائی
انساں ہے جو آدمی کے کام آئے
ہے وہ جو رشی ہمیں تمھیں کیا؟
نفرت خلقت سے ہو گی جس کو
خدمت بولا نہ ہو خفا تُو
سیوک اور اس میں ہے بہت فرق
دیکھیگی جو نیک کام ان کے
بولی نفرت نہیں کسی سے
اُس سے بھی کبھی جو بھینٹ ہوتی
پایا کیا اس ستم کشی میں؟

خدمت یہ جانکی سے بولا
تایا ہیں یہ - ان کو یاد رکھنا
جاری خدمت نے رکھی گفتار
یہ ہیں میرے قدیم متّر
آیا تھا ابھی تو ذکر اس کا
گویا جان ایک اور دو پوست
تو ان سے ڈرا کرو پتا جی
ہاتھوں میں لے کے اپنا ماتھا
بنجاتے ہیں آدمی سے بت کیوں
کتنی سختی ہے کیا لطافت
افسانہ یہ اور رنگ لیتا
اُس سے اچھا ہے میرا بھائی
پتّھر ہی ہے لاکھ ہیرا بن جائے
ہے وہ جو ولی ہمیں تمھیں کیا؟
خالق کا بھگت اسے نہ سمجھو
گر دل کو نہ اپنے۔ یوں بُرا تُو
سیوا میں یہ جب ہیں تپ میں وہ غرق
نفرت تجھے پھر نہ ہو گی ان سے
کیوں آدمی بھاگے آدمی سے
تو پوچھتی اے مہاتما جی!
نفرت - ترک اور خودکشی میں؟

خدمت۔ بولا کُٹی جہاں ہی
سیوک کی کاٹج اک وہاں ہی
پِک نِک وہاں ایک دن کرینگے
درشن بھی کرینگے جوگی جی کے
سیوک نے کہا ضرور جائیں
دو چار تو دن وہاں لگائیں
درشن ان کے بہت ہیں آساں
اکثر آتے ہیں وہ مرے ہاں
اٹھّے اور چلدئے وہ سارے
خدمت کے ساتھ چائے پینے

۲۴

ہوا ہفتہ سُکھ اور خوشی میں بسر
تو خط لے کے سیوک کا آیا نفر
یہ لکھّا تھا خدمت کو گروہ کہیں
تو کاٹج کو دو اک دن میں چلیں
لکھا تھا کہ تم سب چلو گے اگر
تو نیار ہی والدہ بھی ادھر
غرض تیسرے دن وہ کل قافلہ
پہاڑوں کی جانب روانہ ہوا
ادھر سے چلے خدمت اور جانکی
نھی ماں اس کی ہمراہ آیہ بھی تھی
غرض دوسرے روز یہ قافلہ
ابھی دن تھا۔ کاٹج میں داخل ہوا
نہایت فضا کی جگہ تھا مکان
تھی جوگی کی کٹیا سے گھٹ کر نشان
تھی فطرت کے جلووں کا کٹیا جو گھر
یہاں فن تھا فطرت سے شیر و شکر
یہ مہمانداری کا تھا اہتمام
کہ سیوک کے مدّاح تھے وہ تمام
اسی شام سیوک کٹی کو گیا
وہ جوگی سے مدت کے بعد اب ملا
ہوئی سرسری پُوچھ گچھ جب تمام
ہوا جوگی سیوک سے یوں ہمکلام
تم آتے ہو فکروں میں جکڑے نظر؟
خفا ہو کسی سے کسی بات پر؟
عیاں فکر کے رخ سے آثار ہیں
عزیزوں میں کیا کوئی بیمار ہیں؟
کہ تشویش کا اور کچھ ہی سبب
بتاؤ تو کیا ہی وہ رنج و تعب
کہا اس سے سیوک نے ای مہرباں
یہ مدّت سے تھا مجھ کو وہم و گماں

کہ رستہ جو تم نے کیا اختیار
وہ ہی سخت دشوار اور خار زار

وہ منزل پہ پہنچائیگا یا نہیں
وہ منزل ہی کیا؟ بحث اس سے نہیں

ہنسا خوب جوگی سنی جب یہ بات
کہا یہ پس و پیش ہی واہیات

وہ منزل ہی کرموں کے پھل سے نجات
وہ رستا ہی خواہش سے دھو لینا ہاتھ

جو ہو جائیں جذبات سارے فنا
اثر جب ہو احساس کا بے پتا

ہو یہ مرحلہ طے - تو پھر خواہشیں
نہ پیدا ہوں - من میں نہ ہلچل کریں

ملے جب سکوں دل کو - پائے قرار
تو پھر حق کے طالب کا ہو یہ شعار

کہ سود و زیاں - اور نیکی - بدی
برابر ہو اور اس کو ہو ایک سی

جو فعل اس سے صادر ہو اس حال میں
نہ اس کے گرفتار ہو جال میں

جو سالک ہیں کہتے ہیں نشکام اسے
نتیجے سے رہتے ہیں اس کے پرے

کہا جس کو نروان وہ ہی یہی
نہیں اور منزل کوئی دوسری

یہ سب سن کے سیوک نے چڑھ کر کہا
غرض اور غایت ہی یہ اس کی کیا

کہ جو کچھ ہی - وہ سب ہی اپنے لئے
ہی سب کچھ یہ اک ذات کے واسطے؟

نہیں کہتے خود غرضی اس کو اگر
نہیں خود غرض پھر تو کوئی بشر

یہ خود مطلبی ہی - نہیں اور کچھ
یہ بے ہمتی ہی نہیں اور کچھ

کہا مسکرا کر یہ جوگی نے - کیا
کوئی خواب دیکھا - کہ الٹا ہوا؟

انوکھی یہ تقریر ہی آج کی
نہیں آئی سننے میں پہلے کبھی

جواب اس کا اس دوست نے یہ دیا
کہ یہ شک مرے دل میں مدت سے تھا

کہ سالک پرم ہنس ہو یا فقیر
جو ہی نفس کے تزکیہ میں اسیر

یہی چپقلش جس کی دن رات ہو
کرے فتح خواہش کو - جذبات کو

خدا کو بھی جائے پہنچ یہ رشی
رشی سے جو بن جائے وہ مہرشی

تو کیا اس سے بہتر ہے وہ آدمی ۔۔۔ ہو خلقت کے سکھ میں ہی جس کی خوشی

جو انساں کی خدمت کو تیار ہو ۔۔۔ مصیبت میں سب کا مددگار ہو

تھی یہ بات مدّت سے دل میں مرے ۔۔۔ کچھ ایسے ہوئے حال میں واقعے

جنھوں نے یہ شک کر دیا استوار ۔۔۔ تذبذب سے۔ ڈبدا سے اب ہوں میں پار

یہ سنتے ہی ببوک سے اس نے کہا ۔۔۔ کہ اے دوست اب مجھ کو عقدہ کھلا

بتاؤ وہ ہیں کونسے واقعات ۔۔۔ جنھوں نے کیا ذہن کا انضباط

کہا اس نے اک سال کی ہوگی بات ۔۔۔ ابھی شام تھی اور کچھ دُور رات

کہ حیراں پریشاں بھٹکتی ہوئی ۔۔۔ غریب ایک لڑکی یہاں آئی تھی

سوا پیر سے اس کا زخمی تھا دل ۔۔۔ بسیرا کہیں رات کا جائے مل

یہی خواہش اس کی۔ یہ درخواست تھی ۔۔۔ مگر تم نے کچھ بھی توجّہ نہ کی

کھدیڑا اسے تم نے دُھتکار کر ۔۔۔ اتارا پہاڑی سے للکار کر

ستائے اُسے پھر وہ سب حادثے ۔۔۔ جو تھے منتظر جانکی کے لئے

سنا کر مصائب کا وہ سلسلہ ۔۔۔ یہ سیبوک نے اُس پارسا سے کہا

پناہ اس کو اس رات ملتی یہاں ۔۔۔ تو یہ بات ہے صاف اور بے گماں

نہ ہوتی وہ اُن آفتوں کا شکار ۔۔۔ یہ گت اس کی ہوتی نہ ہوتی وہ خوار

زمانے کی تھی وہ ستائی ہوئی ۔۔۔ حق انساں سے انساں کا تھی مانگتی

ہے اور ایک بات اس سے بڑھکر اہم ۔۔۔ نہیں جس کو ہرگز بھلا سکتے ہم

پرکشا تھی سخت۔ امتحاں خوفناک ۔۔۔ دل اور دامن اس کا رہا صاف و پاک

کہو اس میں گنجایشیں شک کی ہیں ۔۔۔ سنو یہ دکھا سکتے ہو تم کہ ہیں

پرکشا یہ اس آگ سے سخت تھی ۔۔۔ جو سیتا کے تن سے پوتّر بنی

بڑھا ہاتھ جوگی کا گردن جھکی ۔۔۔ وہ یہ کہہ اٹھا۔ ہے وہ سیتا ستی

ملے اب تو اس کے چرن میں چھوؤں — معافی کی بھیک اس سے میں مانگ لوں
وہ بولا کہ وہ اور سب ہیں یہاں — وہ کیا میری کاٹج میں ہیں میہماں
ہے خدمت وہیں اس کی بیوی وہیں — تعارف کی جن کے ضرورت نہیں
انھیں بڑھ کے بیٹی سے پیاری ہے وہ — یہ سمجھو انھیں کی کماری ہے وہ
زیادہ ہے بیٹے سے ان کو عزیز — ہے ایسی ہی وہ نیک اور باتمیز
جو مہمانداری کا تھا سلسلہ — تو ماں کو بھی ساتھ ان کے آنا پڑا
کہا پھر سنا کر یہ کاٹج کا حال — ہے ماں کو بہت ہی تمھارا خیال
غرض ٹھہری یہ بات وہ پارسا — سویرے ہی آپ اس طرف جائیگا

۲۵

تو صبح ہوتے ہی کاٹج میں پہنچا وہ جوگی — تو باغ و راغ پر اک کیفیت شباب کی تھی
تجلیوں کی وہ بارش وہ نور کا عالم — تمام کوہ پہ چھایا تھا طور کا عالم
درخت کہئے کہ انگڑائی لے کے اُٹھ بیٹھے — جماہی لینے لگے آنکھ کھول کر غنچے
دیا تھا اوس نے کیا غسل پھول پتی کو — جگایا چھینٹوں سے پربت کے ہر نواسی کو
صبا چمن کے حسینوں کو گدگداتی تھی — کلی کلی وہیں شوخی سے کھل کھلاتی تھی
پرندے اپنے نشیمن سے سر نکالے تھے — اُچک کے شاخ پہ پھر جا کے گانے والے تھے
وہ نرم نرم ہوا۔ اس کی اہلی گہلی چال — جو بن میں سوئے تھے اب ہو رہے تھے وہ چونچال
تھی تازگی جو وہاں ڈال ڈال سے پیدا — تو پات پات تھا گلمرگ کا جواب بنا
سجا پہاڑ کی چوٹی پہ برف کا جھومر — تو شاخ شاخ پہ شبنم لٹا گئی گوہر
درخت جھوم کے مستی میں لہلہاتے تھے — پرندے جوش میں آ آ کے چہچہاتے تھے
وہ راگ چڑیوں کے ان کی مٹھاس اور مٹھار — چہک سے جن کی سبق لیں ہزار موسیقار
ہوا میں اور فضا میں وہ کیف پاشی تھی — کہ جام و بادہ سے مستی کو بے نیازی تھی

سماں وہ تھا کہ سرشٹی کے راگ کی تھی الاپ
کہ آرٹ اور ازل کے جمال کا تھا ملاپ

تھی کیاری کیاری کی چھب تختی دل لبھانے کو
کرے وہاں سے نہ رضواں کا جی بھی جانے کو

تمام کوہ کو مہکا رہی تھی کستوری[1]
بُو اس کی لینے کی خاطر ہوا ختن سے چلی

تھی بن بہار[2] کی خوشبو کو پاکے مست نسیم
تھی کیف پاشی میں بےمثل و بےنظیر شمیم

ابھی تھا باغ کی گلگشت ہی میں وہ جوگی
وہ پھر رہا تھا کہ اس نے یہ کیفیت دیکھی

کہ ایک کیاری میں اک نوجوان لڑکی ہے
جو حسن اور نزاکت کی زندہ پُتلی ہے

وہ گلعذار تھی گل چینی کی طرف مائل
جو پھول چھانٹتی ہوتا چنگیر میں داخل

ہوا کی نشہ تھی کہ کیا؟ گلبنوں کی کیاری میں
تھیں ڈالیاں کہ جھکی پڑتیں اس کی گودی میں

جو والہانہ ادائیں تھیں آج بلبل کی
جمالیات میں گلشن کے تھیں انوکھی سی

کبھی تو پھول کی ٹہنی پہ چہچہاتی تھی
کبھی وہ دوش پہ گلچیں کے آکے گاتی تھی

وہ گل کو دوش سے گلبن سے رخ کو تکتی تھی
وہ ایک رائے پہ ظاہر تھا جم نہ سکتی تھی

یہ طور دیکھے جو اس کے حسینہ گلچیں نے
وہاں سے دوسری کیاری کو چل دی شرما کے

وہ پھول توڑ رہی تھی اِدھر اُدھر پھر کر
تھی پھولوں کلیوں پہ اس کی جمی ہوئی جو نظر

رہا خیال نہ ساڑی کے اس کو دامن کا
وہ ایک پھولوں کے جھنکاڑ میں جو جا اٹکا

لگائی اس کے چھڑانے کو ہلکی اک ٹھوکر
اسوک[3] پاس تھا ٹھوکر لگی اسے جاکر

تو اس کی شاخ پر اک پھول کھل گیا فوراً
چٹک سے رنگ کی جس کے چمک اٹھا وہ چمن

یہ اک سوال ہی ٹھوکر سے کیا وہ پھول کھلا
کہ پہلے پتوں کی اوجھل تھا اب نکل آیا

جو پھول توڑ رہی تھی وہ جانچی ہی تھی
وہ اس اسوک کے منظر پہ مسکرانے لگی

١-٢ یہ دو پہاڑی پھولوں کے نام ہیں جو نہایت خوشبودار ہوتے ہیں۔

٣ اسوک ایک پھول کے درخت کا نام ہے۔ یہ پھول سُرخ ہوتا ہے۔ ہندی شاعری میں مان لیا ہے کہ جب نوجوان حسین عورتیں اسے ٹھوکر لگاتی ہیں تو اس میں شگوفہ پھوٹتا ہے۔

ادھر زبان سے جوگی کی "اوم" نکلا تھا
اور اس صدا نے توجہ کو اس کی کھینچا تھا

بغل میں پھولوں کی ڈلیا لی اور کیا پرنام
یہ جانکی نے ادب سے کیا پھر اس سے کلام

ہیں انتظار میں وہ سب پدھاریئے مہراج
ادھر اسوک کے پیچھے سے آیئے مہراج

کہا یہ جوگی نے تجھ سے ہے کام کچھ بچہ!
جو کام وقت پہ ہو جائے ہے وہی اچھا

معافی مانگنی ہے اک قصور کی تجھ سے
کہ تجھ کو پہنچا ہے کشٹ اور دکھ بہت مجھ سے

وہ عارفانہ تجاہل سے بولی سوامی جی
مجھے تو آپ کے درشن ہوئے نہ پہلے کبھی

کہا یہ جوگی نے اک شام کو تو آئی تھی
پناہ مانگی تھی کٹیا میں رات رہنے کی

تجھے نہ میں نے ٹھہرنے دیا نکال دیا
وہاں سے جا کے پڑی تجھ پہ بے طرح بپتا

طرح طرح کی اٹھائیں جو تو نے تکلیفیں
وہ سب لکھی گئیں میرے کرم کے لیکھے میں

یہ سچ ہو یا نہ ہو۔ ہے یہ ہی رائے سیوک کی
یہ کچھ ہو۔ مجھ کو ندامت نہیں ہے تھوڑی سی

اُن امتحانوں میں تو پوری اتری اے دیوی
کہ تھرتھراتے ہیں جن سے رشی مُنی سب ہی

کہا یہ جوڑ کے ہاتھ اس سے جانکی نے کلام
خبر یہ آپ کو دے آئے ہونگے سیوک رام

بری ہیں آپ جو دُنیا کے کل جھمیلوں سے
تو وہ بھی اچھے ہیں بے شک ہزار اچھوں سے

نظر بھلوں کو بُروں میں بھلائی آتی ہے
نگہ میں ان کی بُرائی کہاں سماتی ہے

کلام آپ کا یہ آپ کی بڑائی ہے
یہاں تو کرموں کے پھل ہی نے جان کھائی ہے

یہ سچ ہے پہلے ہوا تھا بہت ہی رنج مجھے
پر اب ہے شانتی مجھ کو رشی کے درشن سے

چرن چھُوئیں جو رشی کے یہ میری شان کہاں
کہ ٹھیکری کہاں ہیرے رتن کی کان کہاں

جھکا کے سر جو نمسکار جانکی نے کیا
تو ہاتھ اُٹھ گئے جوگی کے دل سے نکلی دعا

چلے مکان کی جانب وہ دونوں نیک صفات
کہ آیا سامنے سیوک۔ تھی ماں بھی اس کی ساتھ

یہ جانکی سے کہا آگے بڑھ کے سیوک نے
چنگیر پھُولوں کی بوجھل ہے مجھ کو دیجیے

وہ جانکی نے اسے مسکرا کے پکڑا دی
وہاں سے دونوں چلے پا کے مرضی جوگی کی

کہا یہ جوگی نے سیوک کی ماں سے اے ماتا — ہے تم کو بیٹے کے آیندہ کی بھی فکر ذرا
ابھی جوان ہے گرہست میں اسے ڈالو — وہ بولی مشر تمہارا ہے اس کو سمجھاؤ
جواب اس نے دیا اب ضرورت اس کی نہیں — ہیں خدمت اور دھرم بنتی اس کی اب تو یہیں
کہو تم ان سے نہیں ٹالینگے وہ ہرگز بات — یہ جانکی جو ہے۔ اس سی ہیں دیویاں بھی مات
زیادہ بیٹی سے برتینگی یہ تمہارے ساتھ — جو چھان بین کروگی تو ہے بگھن کی بات
یہ یاد رکھو نہیں ہوگی اس سے گر شادی — تو پھر نہ ہوگی کسی سے بھی شادی سیوک کی
جب اُن سبھوں سے ملا اور چلا گیا جوگی — بزرگ لیڈیوں میں بات آئی شادی کی
وہ متفق ہوئیں ٹھہری مگر یہ اُن کی رائے — کہ اصل شخص جو ہے اُن سے گفتگو ہو جائے
ہے مختصر یہ کہ سیوک سے اس کی ماں نے کہا — تو وہ یہ بولا تمہاری خوشی میں حجت کیا
جو جانکی سے یہی بات اس کی ماں نے کہی — تو آنکھیں جھک گئیں اور گردن اس نے نیہوڑا لی
یہی کہا کہ جو مرضی ہو آپ دونوں کی — خوشی جو آپ کی ہو میری ہے اسی میں خوشی
مگر یہ شرط ہے پھر مجھ کو مت بھلا دینا — اور آشرم سے الگ مجھ کو مت ہٹا دینا
میں اس کا کام کروں کچھ نہ کچھ یہی ہے لگن — ہے بہتر اُن سے ابھی لے لیں آپ اس کا بچن
گلے لگا کے کہا جانکی سے یہ ماں نے — کہ اس کا فیصلہ سیوک سے اب ہی کر لینگے
یہ ایسی بات تھی سیوک کو عذر کب ہوتا — وہ آپ ایسے ہی کاموں کا دل سے شیدا تھا
غرضکہ ہو گئی دونوں طرف سے پکی بات — خوشی کے خوابوں میں سب کی گزر گئی وہ رات

سحر کے ہوتے ہی وہ قافلہ روانہ ہوا
بیاں ہمارا بھی اب خاتمہ پہ آ پہنچا

تصنیف کی تاریخ

ہوئی یہ مثنوی اب ختم جگ بیتی ہے نام اسکا

بھری اس میں سراسر واقعیت اور حقیقت ہے

جو سنہ تصنیف کا پوچھیں تو اُن سے کہدے اے کیفی

یہ باغ نظم ہے۔شان اس کی شایستہ فصاحت ہے

۱۹۹۳ بک

۱۳۵۵ ہجری

مطبوعات انجمن ترقی اردو

نام کتاب	مجلد (روپے - آنے)	غیر مجلد (روپے - آنے)	نام کتاب	مجلد (روپے - آنے)	غیر مجلد (روپے - آنے)
فلسفۂ تعلیم	۲ - ۰	۱ - ۱۲	تاریخ اخلاق یورپ حصہ اول	۳ - ۰	۲ - ۸
القول الاظہر	۱ - ۰	۰ - ۸	تاریخ اخلاق یورپ حصہ دوم	۲ - ۸	۲ - ۰
رہنمایان ہند	۲ - ۰	۱ - ۸	تاریخ یونان قدیم	۲ - ۰	۰ - ۰
امرائے ہنود	۳ - ۸	۳ - ۰	نکات الشعرا	۲ - ۴	۱ - ۱۲
القمر	۱ - ۰	۰ - ۰	وضع اصطلاحات	۳ - ۱۲	۳ - ۴
تاریخ تمدن حصہ اول	۲ - ۰	۱ - ۸	بجلی کے کرشمے	۱ - ۱۲	۱ - ۴
تاریخ تمدن حصہ دوم	۲ - ۰	۱ - ۸	تاریخ ملل قدیمہ	۱ - ۱۲	۰ - ۰
فلسفۂ جذبات	۲ - ۸	۲ - ۰	محاسن کلام غالب	۱ - ۰	۰ - ۱۰
البیرونی	۲ - ۰	۱ - ۸	قواعد اردو	۲ - ۸	۲ - ۰
دریائے لطافت	۳ - ۰	۲ - ۸	تذکرۂ شعرائے اردو	۱ - ۱۴	۱ - ۶
طبقات الارض	۲ - ۸	۲ - ۰	جاپان اور اسکا تعلیمی نظم و نسق	۳ - ۰	۲ - ۸
مشاہیر یونان و روما حصہ اول	۴ - ۰	۳ - ۰	تاریخ ہند ہاشمی	۰ - ۰	۱ - ۱
مشاہیر یونان و روما حصہ دوم	۳ - ۰	۲ - ۸	مثنوی خواب و خیال	۱ - ۸	۱ - ۰
اسباق النحو حصہ اول	۰ - ۰	۰ - ۶	کلیات ولی	۵ - ۰	۴ - ۰
اسباق النحو حصہ دوم	۰ - ۰	۰ - ۴	چمنستان شعراء	۵ - ۸	۴ - ۸
علم المعیشت	۵ - ۸	۵ - ۰	ذکر میر	۰ - ۰	۲ - ۰

(نوٹ:- کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں)

ملنے کا پتہ:- انجمن ترقی اردو (ہند)، اورنگ آباد۔ دکن

مطبوعات انجمن ترقی اردو

نام کتاب	مجلد (روپے - آنے)	غیر مجلد (روپے - آنے)
...ی	۰ - ۰	۴
...رہ	۰ - ۰	۰ - ۸
...ثر	۲ - ۰	۲ - ۸
...ات	۱ - ۸	۱ - ۲
...ین	۲ - ۰	۱ - ۸
...یا قصۂ چہار درویش	۰ - ۰	۲ - ۰
...ناؤسٹ	۴ - ۰	۳ - ۸
...	۵ - ۰	۴ - ۸
...ی (از مصحفی)	۲ - ۰	۱ - ۱۰
...ار (از مصحفی)	۲ - ۸	۲ - ۰
... (از مصحفی)	۱ - ۲	۰ - ۱۲
...ایران (مترجمہ از براؤن)	۴ - ۸	۴ - ۰
...	۴ - ۰	۳ - ۸
...سلامی خدمات	۰ - ۰	۱ - ۸
...ن رانی کیتکی	۰ - ۰	۰ - ۴

نام کتاب	مجلد (روپے - آنے)	غیر مجلد (روپے - آنے)
تذکرۂ شعرائے گجرات (گردیزی)	۱ - ۴	۰ - ۱۴
گلزار ابراہیم	۲ - ۸	۲ - ۰
مرہٹی زبان پر فارسی کا اثر	۰ - ۰	۰ - ۸
اردو اور صوفیائے کرام	۰ - ۰	۰ - ۸
مرحوم دہلی کالج	۰ - ۰	۱ - ۸
حقیقت جاپان	۳ - ۸	۳ - ۰
مقالات حالی حصۂ اول	۴ - ۰	۳ - ۸
کلیات تاباں	۲ - ۴	۱ - ۱۲
خطبات گارساں دتاسی	۵ - ۰	۴ - ۸
حبش اور اطالیہ (رعایتی)	۰ - ۰	۰ - ۱۰
گلِ عجائب	۱ - ۱۰	۱ - ۲
جنگ نامہ عالم علیخان	۰ - ۰	۰ - ۶
ارتقا	۱ - ۶	۱ - ۰
لغت اصطلاحات علمیہ	۶ - ۰	۰ - ۰
انتخاب کلام میر	۲ - ۸	۲ - ۰

(نوٹ - کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں)

پتہ:- انجمن ترقی اردو (ہند) اورنگ آباد - دکن